اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

تعلیم الدین

تیسرا حصہ

مکتب کے بچے، اسکول اور کالج میں پڑھنے والے اور عام مسلمانوں کے لیے فائدہ کی کتاب

دینِ اسلام کی بنیادی اور ضروری باتیں سکھانے والی آسان کتاب

اسلامی عقائد

فقہ

سیرتِ پاک

آداب واخلاق

از

مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی

مفتی محمود صاحب بارڈولی

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	تعلیم الدین (تیسرا حصہ)
از	:	مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی و مفتی محمود صاحب بارڈولی
ناشر	:	نورانی مکاتب
صفحات	:	112
جدید ایڈیشن	:	صفر المظفر ۱۴۴۸ھ، مطابق: اگست ۲۰۲۶ء

کتاب ملنے کا پتہ

نورانی مکاتب

8140902756

ڈابھیل

محمود نگر، ڈابھیل، نوساری، گجرات

بارڈولی

مریم مسجد، گاندھی روڈ، بارڈولی

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
❁	پیش لفظ	۹
	پہلا باب: عقائدِ اسلام	
۱	اللہ تعالیٰ کے نام وصفات	۱۴
۲	ایمانِ مجمل کا پہلا حصہ	۱۴
۳	ایمانِ مجمل کا دوسرا حصہ	۱۶
۴	ایمان کا بیان	۱۷
۵	نیک عمل کا بیان	۱۸
۶	جنّات	۱۸
۷	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان	۱۹
۸	اولیائے کرام کا بیان	۲۰
۹	معجزہ اور کرامت کا بیان	۲۲
	دوسرا باب: فقہ (ضروری مسائل)	
۱۰	وضو کے مسائل	۲۷
۱۱	دھونے کی حد	۲۷

۱۲	مسح کے معنی	۲۷
۱۳	نماز کے شرائط	۲۸
۱۴	دوسری شرط: کپڑے کا پاک ہونا	۲۹
۱۵	تیسری شرط: جگہ کا پاک ہونا	۲۹
۱۶	نماز کی چوتھی شرط: ستر کا چھپانا	۳۰
۱۷	نماز کی پانچویں شرط: وقت کا بیان	۳۱
۱۸	نمازوں کے مستحب اوقات کا بیان	۳۳
۱۹	فجر کا مستحب وقت	۳۳
۲۰	ظہر کا مستحب وقت	۳۴
۲۱	عصر کا مستحب وقت	۳۴
۲۲	مغرب کا مستحب وقت	۳۴
۲۳	عشا کا مستحب وقت	۳۴
۲۴	نماز کے ممنوع اوقات	۳۵
۲۵	نفل نماز کے مکروہ اوقات	۳۶
۲۶	نماز کی چھٹی شرط: قبلہ کی طرف رخ کرنے کا بیان	۳۶
۲۷	نماز کی ساتویں شرط: نیت کا بیان	۳۸
۲۸	نماز کی آٹھویں شرط: تکبیرِ تحریمہ کا بیان	۳۹
۲۹	نماز کے ارکان کا بیان	۳۹

۳۰	نماز کا پہلا رکن؛یعنی قیام کا بیان	۴۰
۳۱	نماز کا دوسرا رکن: قرأت کا بیان	۴۱
۳۲	نماز کا تیسرا رکن: رکوع کا بیان	۴۳
۳۳	نماز کا چوتھا رکن: سجدہ کا بیان	۴۴
۳۴	نماز کا پانچواں رکن: قعدۂ اخیرہ کا بیان	۴۵
۳۵	نماز کا چھٹا رکن: اپنے کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا	۴۵
۳۶	سوالات	۴۶
۳۷	نماز کے واجبات کا بیان	۴۶
۳۸	نماز کی سنتوں کا بیان	۴۸
۳۹	قیام اور قرأت کی سنتیں	۴۸
۴۰	رکوع اور سجدہ کی سنتیں	۵۰
۴۱	نماز کے مستحبات کا بیان	۵۱
۴۲	نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان	۵۲
۴۳	نماز کے مکروہات کا بیان	۵۴
۴۴	وتر کی نماز کا بیان	۵۶
۴۵	سوالات و جوابات	۵۷
	تیسرا باب: سیرت پاک	
۴۶	آپ ﷺ کی مدنی زندگی	۵۹

۴۷	غزوۂ اُحد	٦٠
۴۸	لڑائی کی شروعات	٦١
۴۹	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	٦٢
۵٠	لڑائی کی درمیانی حالت	٦٢
۵۱	کایا پلٹ	٦٣
۵۲	سوالات	٦۵
۵۳	یہودیوں کی شرارت	٦٦
۵۴	غزوۂ بنو قینُقاع	٦٦
۵۵	غزوۂ بنونظیر	٦٧
۵٦	سوالات	٦۸
۵۷	غزوۂ خندق ۵ سنہ ھ؛ یعنی تمام عرب کے مشرکوں کی جنگ	٦۸
۵۸	بنوقریظہ کی غداری	۷٠
۵۹	مقابلہ	۷٠
٦٠	دشمنوں میں پھوٹ	۷۱
٦۱	بنوقریظہ کی بدعہدی کی سزا	۷۲
٦۲	سوالات	۷۲
٦۳	صلحِ حدیبیہ اور بیعت رضوان	۷۳
٦۴	قریش کی طرف سے مقابلہ کی تیاری	۷۳

۶۵	حدیبیہ میں قیام	۷۳
۶۶	صلح کی بات چیت	۷۵
۶۷	غزوۂ خیبر	۷۵
۶۸	عمرۃ القضا	۷۷
۶۹	سوالات	۷۷
۷۰	فتحِ مکہ، رمضان ۸ سنہ ھ۔ اللہ کے گھر پر اللہ کے دین کا جھنڈا	۷۸
۷۱	مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کا شاندار داخلہ	۷۹
۷۲	عام معافی	۸۰
۷۳	جیت کا خطبہ	۸۱
۷۴	غزوۂ حُنَین وطائف	۸۳
۷۵	طائف کا گھیراؤ	۸۵
۷۶	غنیمت کے مال کی تقسیم	۸۵
۷۷	سوالات	۸۶
۷۸	اسلام کا پہلا حج (ذی الحجہ ۹ سنہ ھ)	۸۶
۷۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا اور آخری حج	۸۶
۸۰	عرفات کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری خطبہ	۸۸
۸۱	بیماری کی شروعات	۹۰
۸۲	وفات اور آخری خطبہ	۹۱

۸۳	دنیا سے رخصتی کا دن	۹۱
۸۴	غسل اور کفن دفن	۹۳
۸۵	سوالات	۹۴
	اخلاق و آداب	
۸۶	غیبت اور بہتان	۹۶
۸۷	چغل خوری کی برائی	۹۸
۸۸	بدگمانی کی برائی	۹۹
۸۹	جاسوسی کرنے کی برائی	۱۰۱
۹۰	صلۂ رحم کی فضیلت	۱۰۲
۹۱	حسنِ سلوک کی صورتیں	۱۰۴
۹۲	حسن سلوک کی برکتیں	۱۰۴
۹۳	ملاقات کے آداب	۱۰۵
۹۴	حدیثِ پاک میں مہمان کے لیے ہدایات	۱۰۷
۹۵	ملاقات کے آداب میں چند باتیں علما نے اور بتائی ہیں:	۱۰۹
۹۶	حدیث پاک میں میزبان کے لیے ہدایات	۱۰۹
۹۷	عیادت اور بیمار کی خبر لینے جانا	۱۱۰
۹۸	بیمار پُرسی کے آداب	۱۱۱

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربِّ العالمین و الصلوۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعلیٰ من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین.

مکتب ایک اسلامی گلشن ہے، دینی گہوارہ ہے، مکتب کے دو اہم بنیادی مقصد ہیں:

① مکتب میں قرآنِ مجید کی صحیح تعلیم دی جاتی ہے اور قرآنِ کریم کے الفاظ صحیح پڑھنا سکھایا جاتا ہے، قرآنِ کریم کی چند سورتیں زبانی یاد کروائی جاتی ہیں۔

② مکتب دین کی بنیادی تعلیم کا مرکز ہے، مسلمانوں کو دین کی بنیادی ضروری معلومات مکتب میں پیش کی جاتی ہیں، ایک مسلمان کے لیے بنیادی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں وہ مکتب میں سکھائی جاتی ہیں، اسی طرح ایک مسلمان کو جو چیزیں زبانی یاد ہونی چاہیے وہ بھی مکتب میں یاد کروائی جاتی ہیں، جس کے لیے حسبِ ذیل چیزیں مکتب کے نصاب میں ہونا بہت ضروری ہیں:

① اسلامی عقائد: جس میں دین کے بنیادی عقیدے ہوں، ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصل کی وضاحت ہو۔ صحیح عقائد کا ہونا یہ ایمان کی بنیاد ہے۔

اور جن چیزوں سے عقائد خراب ہوتے ہیں اور انسان کا ایمان ختم ہونے خطرہ ہو جاتا ہے ان چیزوں کو بھی بتانا ضروری ہے؛ تاکہ اس سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔

② ضروری دینی مسائل۔

③ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی سیرتِ مبارکہ۔

④ محفوظات کا ایک نصاب، جن میں پانچ کلمے، ضروری مسنون دعائیں اور دیگر ضروری باتیں زبانی یاد کرنا ہوتا ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ کے اوپر لکھے ہوئے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے نصاب کے طور پر حسبِ ذیل کتابیں اردو، گجراتی، انگریزی زبان میں آج تک بفضل اللہ تعالیٰ نورانی مکاتب اور دار المکاتب کے زیرِ سرپرستی تیار ہو کر شائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں، الحمد للہ علی ذلک۔

① بچوں کا تحفہ (اول، ثانی)۔
② بچوں کو پڑھانے کا طریقہ۔
③ روضۃ الاطفال۔
④ رہبرِ معاون۔
⑤ مکاتب کے اہم امور۔
⑥ معلم الاطفال۔
⑦ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مشقی)۔
⑧ گلدستۂ اطفال (تین حصے)۔
⑨ تعلیمی نفسیات۔
⑩ حفظ پڑھانے کا طریقہ۔
⑪ تحفۂ حفاظ۔
⑫ طریقۂ تعلیم الصبیان۔
⑬ پارۂ عم پڑھانے کا طریقہ۔

مکاتب کے اس نصاب کے ساتھ دیگر مطبوعات اس کے علاوہ ہیں۔

پھر بھی بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کے پیشِ نظر اوپر لکھے گئے مکاتب کے مقاصد میں سے دوسرے نمبر کے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک جامع، آسان اور عام فہم نصاب کی ضرورت کی تکمیل کے لیے یہ چند کتابیں تیار کی گئیں:

① محفوظات کا آسان نصاب۔

② نورانی اردو قاعدہ۔

③ تعلیم الدین (پہلا حصہ)۔

④ تعلیم الدین (دوسرا حصہ)۔

⑤ تعلیم الدین (تیسرا حصہ)۔

⑥ تعلیم الدین (چوتھا حصہ)۔

⑦ تعلیم الدین (پانچواں حصہ)۔

⑧ تعلیم الدین (چھٹا حصہ: بڑی لڑکیوں کے لیے)۔

⑨ تعلیم الدین (چھٹا حصہ: بڑے لڑکوں کے لیے)۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ان تمام کتابوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنائے اور اوپر لکھے ہوئے مقاصدِ خیر کی تکمیل کا ذریعہ بنائے۔

ان کتابوں کی تالیف، ترتیب، تصحیح، تزیین، کمپوزنگ، طباعت و اشاعت میں بہت سارے حضرات نے حصہ لیا ہے، خاص کر:

① مجددِ مکاتب حضرت مولانا اسماعیل احمد لولات صاحب کاپودروی زید مجدہ، استاذِ حدیث: جامعہ قاسمیہ کھروڈ، رکنِ رکین: مجلسِ شوریٰ نورانی مکاتب،

سرپرست: دارالمکاتب کاپودرا۔

(۲) حضرت مولانا مفتی شکیل صاحب، استاذِ حدیث و ناظم: مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت۔

(۳) حضرت مولانا مفتی توصیف صاحب ابن حاجی شکیل، استاذِ حدیث و ناظمِ حسابیات: مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ و گلشن احمد ٹرسٹ۔

(۴) حضرت مولانا عمران صاحب چانکی۔

(۵) حضرت مولانا حافظ قاری عبدالعزیز حافظجی، ٹرسٹی: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت، و رکنِ مجلسِ شوریٰ: نورانی مکاتب۔

(۶) حضرت مولانا آصف صاحب سورتی، معاون: گلشنِ احمد ٹرسٹ سورت۔

اور دوسرے تمام ہی حضرات کو اللہ جزائے خیر عطا فرمائے اور اس سلسلے کو بے انتہا قبول فرمائے اور اس کے فیض کو صبحِ قیامت تک پورے عالم میں عام و تام فرمائے۔

اس نصاب میں اگر غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ! آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کرلی جائے گی اور اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہوں گے۔

(حضرت مفتی) محمود (صاحب) بارڈولی (دامت برکاتہم)

استاذِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

یکے از بانیان و سرپرست: نورانی مکاتب

پہلا باب

عقائدِ اسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کے نام وصفات

ایمانِ مجمل: اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْكَامِهٖ.

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفاتوں کے ساتھ ہیں اور میں نے ان کے تمام احکام قبول کیے۔

ایمانِ مجمل کا پہلا حصہ

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَاهُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَ صِفَاتِهٖ

اللہ تعالیٰ کا ایک نام ذاتی ہے اور باقی نام صفاتی ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ''اللہ'' ہے، اس کو ''اسمِ ذات'' کہتے ہیں، اس کے علاوہ دوسرے نام ''صفاتی'' ہیں۔

سوال: صفاتی نام کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں، مثلاً:

قَدِیْمٌ: یعنی ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

قَادِرٌ: یعنی ہر چیز پر طاقت اور قدرت ہونا۔

حَیٌّ: یعنی زندہ ہونا۔ سَمِیْعٌ: سننے والا۔ بَصِیْرٌ: دیکھنے والا، وغیرہ۔

جونام کسی خوبی کو ظاہر کرے اس کو صفاتی نام کہتے ہیں، جیسے ایک شخص کا نام زید ہے اور وہ حافظ بھی ہے اور عالم اور قاری بھی ہے تو زید اس کا ذاتی نام ہے اور حافظ، عالم، قاری اس کے صفاتی نام ہیں۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام تو ایک ہے، اس کے صفاتی نام کتنے ہیں؟

جواب: اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے بہت سے اچھے نام ہیں، تم انھیں ناموں سے اسے پکارا کرو۔

اور حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ اِسْمًا ؛ مِئَةً اِلَّا وَاحِدًا. (بخاری)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے ننانوے؛ یعنی ایک کم سو نام ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے ننانوے صفاتی نام ہیں۔ ہم اللہ پاک کی تمام صفات پر ایمان لاتے ہیں، دل سے ان کو مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں۔

بچو! یاد رکھو:

(۱) اہلِ سنت و جماعت اللہ تعالیٰ کے ان تمام اسما اور صفات کو ثابت مانتے ہیں جو اللہ نے اپنے لیے یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے لیے ثابت فرمائے ہیں۔

② اللہ پاک کی ایک صفت ''سَمِیْعٌ'' ہے؛ یعنی سننے والے؛ لیکن اللہ پاک مخلوق کی طرح سننے کے لیے کان کے محتاج نہیں۔

اسی طرح ''بَصِیْرٌ'' دیکھنے والے؛ لیکن اللہ پاک کو دیکھنے کے لیے آنکھوں کی ضرورت نہیں، اللہ پاک جسم سے پاک ہیں۔

اللہ پاک نے قرآن میں فرمایا:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿١١﴾

ترجمہ: کوئی چیز اس کے جیسی نہیں ہے اور وہی ہر بات سنتے ہیں (اور) سب کچھ دیکھتے ہیں۔

ایمانِ مجمل کا دوسرا حصہ

وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ

اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کرنا؛ یعنی زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہت سے کام کرنے کا حکم دیا ہے، جیسے: نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، سچ بولنا، والدین کی اطاعت کرنا وغیرہ، ہم ان تمام حکموں کو مانتے ہیں اور کرنے کا پکا ارادہ کرتے ہیں اور جن کاموں سے روکا ہے، جیسے: جھوٹ بولنا، چوری کرنا، گالی دینا وغیرہ، ہم ان تمام کو حرام سمجھتے ہیں اور ان کو نہ کرنے کا پکّا وعدہ کرتے ہیں۔

بچو! یاد رکھو:

① جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں کا اقرار نہ کرے؛ بلکہ انکار کرے وہ ایمان والا نہیں ہے، جیسے: نماز یا روزہ وغیرہ حکموں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔

② جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں کا صرف زبان سے اقرار کرے؛ لیکن دل سے سچا نہ مانے وہ منافق ہے۔

③ جو انسان اللہ تعالیٰ کے حکموں کا زبان سے اقرار کرے اور دل سے سچا مانے؛ لیکن اس پر عمل نہ کرے وہ فاسق اور گنہگار رہے، خالی عمل نہ کرنے سے انسان ایمان سے نکلتا نہیں ہے۔

ایمان کا بیان

سوال: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایمان اُسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام صفتوں اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں کو دل سے سچا مانے اور جو باتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان سب کو سچا سمجھے اور زبان سے ان تمام باتوں کا اقرار کرے۔

سوال: کیا زبان سے اقرار کرنا کسی مجبوری کی وجہ سے معاف ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: زبان سے اقرار کرنا ضرورت کی وجہ سے معاف ہو جاتا ہے، جیسے گونگے آدمی کا ایمان بغیر زبانی اقرار کے بھی معتبر ہے۔

نیک عمل کا بیان

سوال: اعمالِ صالحہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اعمالِ صالحہ کے معنی ہیں ''نیک کام''، جو عبادتیں اور نیک کام اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر نے مخلوق کو سکھائے اور بتائے ہیں وہ سب اعمالِ صالحہ کہلاتے ہیں۔

سوال: کیا اعمالِ صالحہ ایمان کے لیے ضروری ہیں؟

جواب: جی ہاں! کامل ایمان کے لیے اعمالِ صالحہ ضروری ہیں؛ کیوں کہ اعمالِ صالحہ اور عبادتوں سے ایمان میں روشنی اور کمال پیدا ہوتا ہے، اگر اعمالِ صالحہ نہ ہوں تو ایمان ادھورا رہتا ہے۔

سوال: اللہ نے کس مخلوق کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کا حکم دیا ہے؟

جواب: انسانوں اور جنّاتوں کو ایمان اور اعمالِ صالحہ کا حکم دیا ہے، انھیں دونوں کو ''مُکلّف'' کہتے ہیں۔ فرشتے اور باقی جاندار عبادت کے مکلف نہیں ہیں۔

جنّات

سوال: ''جِنّات'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: جنات اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو آگ سے پیدا کی گئی ہے، ان میں مرد بھی ہیں اور عورت بھی، وہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور شادی بیاہ بھی کرتے ہیں۔

سوال: کیا جنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں؟

جواب: جی ہاں! انسانوں کی طرح جنات بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے پابند ہیں، جیسا کہ اوپر معلوم ہوا، اور ان میں نیک، برے، عالم، جاہل، مسلم، کافر ہر قسم کے ہوتے ہیں۔

سوال: اگر کوئی جِنّات کے موجود ہونے کا انکار کرے وہ کیسا ہے؟

جواب: جِنّات کا موجود ہونا قرآن میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے؛ اس لیے اس کو نہ ماننے والا شخص ایمان سے نکل جاتا ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان

سوال: صحابی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس نے ایمان کی حالت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہو اور ایمان کی حالت میں اس کا انتقال ہوا ہو ایسے شخص کو **صحابی** کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی تعداد ہوئی ہے، ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔

سوال: کیا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مرتبے میں برابر ہیں؟

جواب: صحابہ رضی اللہ عنہم کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں؛ لیکن باقی امت سے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم افضل ہیں۔

سوال: صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل صحابی کون ہیں؟

جواب: تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں چار صحابی سب سے افضل ہیں:

① حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو پوری امت میں سب سے افضل ہیں۔

② حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں۔

③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔

④ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔

یہی چاروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلیفہ ہوئے۔

سوال: کیا کسی صحابی کو فاسق اور ملعون کہنا جائز ہے؟

جواب: کسی بھی صحابی کے بارے میں بری بات بولنا جائز نہیں، ایسا شخص بہت بڑا گنہگار اور فاسق ہے، ایسے شخص کو توبہ کرنی چاہیے؛ ورنہ ایمان چلے جانے کا خطرہ ہے۔

اولیائے کرام کا بیان

سوال: ولی کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کی مکمل پابندی کرے اور بہت زیادہ عبادت کرے اور گناہوں سے بچتا رہے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو تو وہ اللہ کا مقرب اور پیارا ہوتا ہے، اس کو ولی کہتے ہیں۔

سوال: کیا ہر مسلمان ولی بن سکتا ہے؟

جواب: ہاں! ہر مسلمان ولی بن سکتا ہے۔

نوٹ: جو شخص شریعت کے خلاف کام کرتا ہو اور گناہوں سے نہ بچتا ہو وہ ہرگز ولی نہیں ہو سکتا۔

سوال: کیا کسی ولی سے اللہ کے احکام معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب: جب تک آدمی کے ہوش وحواس باقی ہوں اور طاقت بھی ہو تو شریعت کے احکام ہرگز معاف نہیں ہوتے۔

سوال: کیا کسی کا ولی ہونا ختم ہو سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں! جب کوئی شریعت کے خلاف کام کرنے لگے تو اس کا ولی ہونا ختم ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا صحابی کو ولی کہہ سکتے ہیں؟

جواب: ہاں! تمام صحابہ اللہ کے ولی تھے؛ کیوں کہ آپ ﷺ کی صحبت کی برکت سے ان کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت بہت تھی، وہ دنیا سے محبت نہیں رکھتے تھے، بہت زیادہ عبادت کرتے تھے، گناہوں سے

بچتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کی پابندی کرتے تھے۔

سوال: کیا کوئی ولی۔ جو صحابی نہ ہو۔ صحابی کے درجہ کے برابر یا اس سے زیادہ مرتبے والا ہو سکتا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں! صحابی ہونے کی فضیلت بہت بڑی ہے؛ اس لیے کوئی بھی ولی۔ جو صحابی نہ ہو۔ مرتبے میں کسی بھی صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا۔

معجزہ اور کرامت کا بیان

سوال: معجزہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں سے کبھی عام عادت کے خلاف ایسی باتیں ظاہر کرا دیتے ہیں جن کو دنیا کے لوگ نہیں کر سکتے؛ تاکہ لوگ ایسی باتوں کو دیکھ کر سمجھ لیں کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں، ایسی باتوں کو "معجزہ" کہتے ہیں۔

سوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک دو بیان فرمائیں؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ ایسی چمک پیدا کر دیتے تھے کہ اس کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہو جاتی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے نیل ندی کے درمیان سوکھے راستے بن گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریا پار اُتر گئے اور جب فرعون کا لشکر ان راستوں سے گزرنے کے ارادے سے دریا میں اُترا اور بیچ دریا میں پہنچا تو پانی مل گیا اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

سوال: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات بیان فرمائیں؟

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردے کو زندہ کردیتے تھے۔ ماں کے پیٹ سے اندھے پیدا ہونے والے کو دیکھنے والا کر دیتے تھے۔ کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ مٹی کی چڑیا بنا کر انھیں زندہ کر کے اڑا دیتے تھے۔

سوال: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند معجزات بیان فرمائیں؟

جواب: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے شمار معجزات ہیں؛ لیکن سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے، چودہ سو (۱۴۰۰) برس سے زائد عرصہ گذر گیا؛ لیکن آج تک عربی زبان کے بڑے بڑے عالم فاضل اپنی کوشش ختم کر ڈالنے کے باوجود قرآنِ پاک کی ایک چھوٹی سی آیت جیسی بھی نہ بنا سکے اور نہ قیامت تک کوئی بنا سکیں گے۔

دوسرا معجزہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ''معراج'' ہے۔

تیسرا معجزہ ''شق القمر'' ہے۔

سوال: شق القمر سے کیا مراد ہے؟

جواب: شق القمر سے مراد یہ ہے کہ ایک رات مکہ کے کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ: ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور سب لوگوں نے ٹکڑے دیکھ لیے، پھر دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے۔

سوال: معراج کے کیا معنی ہے؟

جواب: معراج کے معنی ہے سیڑھی سے اوپر چڑھنا۔

سوال: حضرت محمد ﷺ کو معراج کرانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ رات کو جاگتے ہوئے براق پر سوار ہو کر مکہ معظّمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں پر اور پھر جہاں تک خدا کو منظور تھا وہاں تک تشریف لے گئے۔ اس رات میں جنت اور دوزخ کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے بات فرمائی، نماز فرض ہوئی اور پھر صبح ہونے سے پہلے اپنے مقام پر واپس آ گئے۔

سوال: کرامت کسے کہتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی عزت بڑھانے کے لیے کبھی کبھی ان کے ذریعہ ایسی باتیں ظاہر کرا دیتے ہیں جن کا ہونا عام طور پر مشکل ہوتا ہے، جس کو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے، ایسی باتوں کو کرامت کہتے ہیں۔ اولیاء اللہ سے کرامات کا ظاہر ہونا حق ہے۔

سوال: کیا اولیاء اللہ سے کرامت کا ظاہر ہونا ضروری ہے؟

جواب: نہیں! ولی کے لیے کرامت کا ظاہر ہونا ضروری نہیں، یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی اللہ کا ولی ہو اور عمر بھر اس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو۔

سوال: بعض لوگوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو دوسرے لوگ نہیں کر سکتے اور وہ لوگ ظاہر میں شریعت پر عمل کرنے والے بھی نہیں ہوتے،

انھیں کیا سمجھنا چاہیے؟

جواب: شریعت کے خلاف کام کرنے والوں سے اگر کوئی ایسی بات ظاہر ہو تو سمجھو یہ جادو یا استدراج ہے، کرامت ہر گز نہیں ہو سکتی، ایسے لوگوں کو ولی سمجھنا اور خلافِ عادت باتوں کو کرامت سمجھنا شیطانی دھوکہ ہے۔

استدراج کے معنی ہے اللہ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت۔

ہم نے سیکھا:

① عام عادت کے خلاف کوئی کام اگر نبی سے ظاہر ہو تو معجزہ ہے۔

② عام عادت کے خلاف کوئی کام اگر اللہ کے ولی سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔

③ شریعت کے خلاف کام کرنے والے کسی فاسق (کھلے گنہگار) یا جس کے پاس ایمان نہ ہو اس سے کوئی کام عام عادت سے ہٹ کر ظاہر ہو تو وہ جادو یا استدراج (مہلت، ڈھیل) ہے۔

دوسرا باب

عبادات، فقہی مسائل

وضو کے مسائل

بچو! آپ نے پڑھا: وضو میں تین اعضا کا دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے: (۱) چہرہ دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں کے ساتھ دھونا۔
(۳) دونوں پاؤں دھونا۔ (۴) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔
چہرے کی حد یہ ہے کہ پیشانی کے بالوں کی اگنے کی جگہ سے لیکر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک۔

دھونے کی حد

دھونے کی حد جس کو دھونا کہہ سکیں یہ ہے کہ عضو پر اتنا پانی ڈالے کہ پانی بہہ کر ایک دو قطرے ٹپک جائیں، یہ دھونے کا کم سے کم درجہ ہے، اس سے کم کو دھونا نہیں کہتے، مثلاً کوئی ہاتھ بھگو کر منہ پر پھیر لے یا اتنا کم پانی منہ پر ڈالے کہ وہ بہہ کر منہ پر ہی رہ جائے، ٹپکے نہیں تو اس کو مسح کہتے ہیں، دھونا نہیں۔

مسح کے معنی

ہاتھ کو پانی سے تر کر کے کسی عضو پر پھیرنے کو مسح کہتے ہیں۔

مسئلہ: وضو میں جن اعضا کا دھونا فرض ہے اس کو ایک مرتبہ دھونا فرض ہے، تھوڑی سی جگہ بھی سوکھی رہ جائے تو وضو درست نہیں ہوگا۔

مسئلہ: جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے اور تین مرتبہ سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔

مسئلہ: وضو میں آنکھوں کے اندر کا حصہ دھونا فرض نہیں۔

مسئلہ: سر کے مسح کے لیے نیا پانی لینا بہتر ہے؛ لیکن اگر ہاتھ بھیگے ہوئے ہوں اور اس سے مسح کر لے تو کافی ہے۔

مسئلہ: چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور مکمل سر کا مسح سنت ہے۔

مسئلہ: تمام سر کا مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پانی سے تر کر کے سر کے دونوں طرف پیشانی کے بالوں کی جگہ پر رکھیں اور ہتھیلی کو انگلیوں سمیت گدّی تک لے جائیں اور پھر واپس لوٹا لیں اور اس کا خیال رکھیں کہ تمام سر پر ہاتھ پھر جائے۔

مسئلہ: سر کے مسح کے ساتھ کانوں کا مسح کرنا سنت ہے، اندر کانوں کے سوراخ کا مسح شہادت کی انگلی سے اور باہر کا مسح انگوٹھے سے کرنا چاہیے۔

مسئلہ: سر کے مسح کی جگہ سر پر پانی ڈال کر سر دھونے سے فرض ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: وضو میں نیت نہ کی تو وضو ہو جائے گا، مثلاً اگر کوئی آدمی حوض، ندی، سمندر، تالاب یا کسی پاک پانی میں غوطہ لگائے اور وضو کی نیت نہ کرے تو بھی وضو ہو جائے گا، اس سے نماز پڑھنا درست ہے؛ لیکن وضو کا ثواب نہ ملے گا۔

نماز کے شرائط

① نمازی کے بدن کا حدث اور نجاست سے پاک ہونا۔

۲ نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا۔

۳ نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔

۴ ستر کا چھپانا۔

۵ نماز کے وقت کا ہونا۔

۶ استقبالِ قبلہ یعنی قبلہ کی طرف منہ ہونا۔

۷ نیت کرنا۔

۸ تکبیرِ تحریمہ کہنا۔

دوسری شرط: کپڑے کا پاک ہونا

سوال: کپڑوں کے پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو کپڑے نماز پڑھنے والے کے بدن پر ہوں، جیسے کرتا، پائجامہ، ٹوپی، عمامہ، وغیرہ ان سب کا نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: کیا تھوڑی ناپاکی کپڑے پر لگی ہو تو نماز درست ہے؟

جواب: اگر نجاستِ غلیظہ نمازی کے کپڑے پر درہم (ایک روپیے کا پرانا سکہ) سے کم لگی ہے یا نجاستِ خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم لگی ہے تو نماز ہو جائے گی؛ لیکن مکروہ ہے اور اگر مذکورہ مقدار سے زیادہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔

تیسری شرط: جگہ کا پاک ہونا

سوال: جگہ پاک ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: نماز پڑھنے والے کے دونوں قدموں اور گھٹنوں اور ہاتھوں

اور سجدہ کی جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: جس چیز پر نماز پڑھی جائے اگر اس کی ایک جانب پاک ہے؛ لیکن دوسری جانب ناپاک ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر پتلے کپڑے پر نماز پڑھی اور اس کی دوسری جانب ناپاک ہے تو نماز درست نہیں ہوگی اور اگر کسی سخت یا موٹی چیز پر نماز پڑھی جس کی ایک جانب ناپاک ہے؛ لیکن اس کی وہ جانب جس پر نماز پڑھی وہ پاک ہے تو نماز ہو جائے گی۔

سوال: ناپاک زمین یا بچھونے پر پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اوپر والے کپڑے میں نجاست کی بو یا رنگ ظاہر نہ ہو تو نماز جائز ہے۔

سوال: اگر نماز کی جگہ پاک ہے؛ لیکن آس پاس کی جگہ ناپاک ہے اور اس کی بو نماز میں آتی ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

جواب: نماز ہو جائے گی؛ لیکن جان بوجھ کر ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز کی چوتھی شرط: ستر کا چھپانا

سوال: مرد کے لیے نماز میں بدن کا کونسا حصہ چھپانا فرض ہے؟

جواب: مرد کو ناف سے گھٹنے تک اپنا بدن چھپانا فرض ہے، یہ مرد کا ستر ہے اور ستر کا چھپانا نماز کے اندر اور نماز کے باہر فرض ہے۔

سوال: عورت کے لیے بدن کا کونسا حصہ ستر ہے؟

جواب: عورت کو دونوں ہتھیلیوں اور پاؤں اور چہرہ کے علاوہ تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے؛ اگرچہ عورت کو نماز میں چہرہ چھپانا فرض نہیں ہے؛ لیکن غیروں کے سامنے بے پردہ کھلے چہرے آنا جائز نہیں ہے۔

سوال: ستر کا کوئی حصہ جان بوجھ کر کھولے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر ستر کا چوتھائی عضو کھولتے ہی نماز ٹوٹ جائے گی۔

سوال: ستر کا کوئی حصہ خود بخود کھل جائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر چوتھائی عضو کھل جائے اور اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم'' کہہ سکے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

نماز کی پانچویں شرط: وقت کا بیان

نماز ادا کرنے کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے نماز کے لیے جو وقت مقرر کیا گیا ہے اسی وقت پڑھی جائے، اس وقت سے پہلے پڑھنے سے تو بالکل نماز درست نہیں ہوگی اور اس وقت کے نکلنے کے بعد پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوگی؛ بلکہ قضا ہوگی۔

سوال: فجر کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: صبح صادق سے لے کر آفتاب نکلنے تک فجر کی نماز کا وقت ہے۔

سوال: صبح صادق کس کو کہتے ہیں؟

جواب: سورج نکلنے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مشرق کی طرف آسمان

کے کنارہ پر ایک سفید روشنی ظاہر ہوتی ہے، وہ روشنی زمین کی طرف سے اٹھ کر اوپر کی طرف ایک ستون کی شکل میں اونچی ہوتی ہے اُسے صبح کاذب یعنی جھوٹی صبح کہتے ہیں، تھوڑی سی دیر رہ کر یہ سفیدی غائب ہوجاتی ہے، اس کے بعد دوسری سفیدی ظاہر ہوتی ہے جو مشرق کی طرف سے دائیں بائیں جانب کو پھیلتی ہوئی اٹھتی ہے؛ یعنی آسمان کے مشرقی کنارہ پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے اسے صبح صادق کہتے ہیں۔

صبح صادق سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے سے پہلے پہلے تک رہتا ہے، جب آفتاب کا ذرا سا بھی کنارہ نکل آیا تو فجر کی نماز کا وقت جاتا رہا۔

سوال: ظہر کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: سورج ڈھلنے کے بعد سے عصر کے وقت تک ظہر کی نماز کا وقت رہتا ہے۔

سوال: عصر کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: اصلی سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ جب دو مثل ہوجائے اس وقت سے شروع ہوکر سورج ڈوبنے اور غروب ہونے تک عصر کا وقت رہتا ہے۔

سوال: اصلی سایہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: ٹھیک دوپہر کے وقت جب آفتاب بیچ آسمان میں ہو تو اُس وقت کسی چیز کا جو سایہ ہوتا ہے اُسے اصلی سایہ کہتے ہیں، یہ سایہ گرمیوں میں کم

اور سردیوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

سوال: مثل سے کیا مراد ہے؟

جواب: اصلی سایہ کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوجائے تو کہا جائے گا کہ: سایہ ایک مثل ہو گیا اور جب اصلی سایہ کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ڈبل ہو جائے تو کہا جائے گا کہ: سایہ دو مثل ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ ایک مثل اور دو مثل کا اعتبار اصلی سایہ کے علاوہ ہوگا۔

سوال: مغرب کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: سورج غروب ہونے سے شروع ہو کر آسمان پر مشرق میں جو سفیدی ہوتی ہے اس کے ختم ہونے تک رہتا ہے۔

سوال: عشا کی نماز کا وقت بتاؤ؟

جواب: سفیدی ختم ہونے سے لے کر صبح صادق تک عشا کی نماز کا وقت رہتا ہے۔

نمازوں کے مستحب اوقات کا بیان

فجر کا مستحب وقت

جب اُجالا ہو جائے اور آفتاب نکلنے میں اتنی دیر ہو کہ سنت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کرنے کے بعد بھی اتنا وقت باقی رہے کہ اگر یہ نماز کسی وجہ سے صحیح نہ ہوئی تو سورج نکلنے سے پہلے دوبارہ سنت کے موافق نماز پڑھی جا سکے

تو ایسے وقت میں فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔

مگر رمضان میں سحری کے بعد سارے لوگ بیدار ہوتے ہیں اور جلدی نماز پڑھنے سے جماعت میں لوگ زیادہ شریک ہوتے ہیں اور دیر کرنے میں نمازی کم ہو جاتے ہیں تو ایسے موقع پر نماز کو جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

ظہر کا مستحب وقت

گرمی کے موسم میں اتنی دیر سے پڑھنا کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے اور سردی کے موسم میں شروع وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

عصر کا مستحب وقت

آفتاب میں پیلا پن نہ آجائے وہاں تک عصر کی نماز کا مستحب وقت ہے چاہے سردی ہو یا گرمی، اس کے بعد غروب تک مکروہ وقت ہے۔

مغرب کا مستحب وقت

غروب کے بعد فوراً اول وقت میں مغرب کی نماز ادا کرنا مستحب ہے۔

عشا کا مستحب وقت

ایک تہائی رات تک عشا کا مستحب وقت ہے، اس کے بعد آدھی رات تک جائز وقت ہے اور آدھی رات کے بعد مکروہ وقت شروع ہو جاتا ہے، عذر کے بغیر نماز کو آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز کے ممنوع اوقات

تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں کوئی بھی نماز -فرض ہو یا نفل- جائز نہیں ہے، ان کو ''اوقاتِ ممنوعہ'' کہا جاتا ہے، وہ یہ ہیں:

① آفتاب نکلنے کا وقت۔

سورج نکلنے کے بعد جب کچھ اونچا ہو جائے تو سمجھو کہ نماز کا ممنوع وقت نکل گیا، یہ احتیاطاً کم سے کم ۱۵ اور زیادہ سے زیادہ ۲۰ منٹ کا ہوتا ہے، اب اس کے بعد کوئی بھی نماز پڑھنا درست ہے۔

② ٹھیک دوپہر کے وقت جب آفتاب بیچ آسمان میں ہو تو اس وقت نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

③ سورج ڈوبنے کا وقت: یعنی سورج میں پیلا پن اور سرخی آجائے اور اس پر نظر ٹھہرنے لگ جائے اس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک نماز پڑھنا ممنوع ہے اور یہ بھی تقریباً ۲۰ منٹ کا وقت ہوتا ہے۔

فائدہ: اگر کسی نے اسی دن کی عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور وہ غروب کے وقت پڑھ رہا ہے تو نماز ہو جائے گی؛ لیکن مکروہ ہوگی؛ البتہ قضا کرنے کے بجائے کراہت کے ساتھ ہی اس دن کی عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے، قضا نہ کرنی چاہیے۔

فائدہ: ان تین اوقات میں اگر کوئی آیتِ سجدہ کی تلاوت کی ہو تو اس

آیت کا سجدہ اسی وقت جائز ہے؛ مگر مکروہِ تنزیہی ہے اور افضل یہ ہے کہ مکروہ و ممنوع وقت کے نکل جانے کے بعد سجدہ کرے اور اگر ان اوقات کے علاوہ میں کوئی آیت سجدۂ تلاوت کی گئی تو اس کا سجدہ ان تین ممنوع و مکروہ اوقات میں کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

نفل نماز کے مکروہ اوقات

① فجر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج نکلنے کے وقت تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر سورج ڈوبنے تک نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

② فرض نمازوں کی جماعت کھڑے ہونے کے بعد نفل نہ پڑھے؛ لیکن فجر کی دو رکعت سنت اگر نہ پڑھی ہو اور سنت مکمل کرنے کے بعد جماعت ملنے کا یقین ہو تو جہاں جماعت کی نماز ہو رہی ہے اس سے الگ مسجد کے کسی کونے میں دو رکعت سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

③ فرض نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہو تو نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

④ پیشاب، پاخانہ کا خوب تقاضا ہو یا بھوک زیادہ لگ رہی ہو تو ان اوقات میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

نماز کی چھٹی شرط: قبلہ کی طرف رخ کرنے کا بیان

نماز کی چھٹی شرط قبلہ کی طرف رخ کرنا ہے۔ کعبہ کو قبلہ کہتے ہیں۔ سب مسجدیں قبلہ رخ ہی بنائی جاتی ہیں، مسجد میں اور مسجد سے باہر سفر

میں اور جنگلوں میں ہم اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

سوال: بیمار کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہو اور اس میں ہلنے کی بھی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: اگر کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو بیمار کو قبلہ رخ کر سکتا ہو اور بیمار کو زیادہ تکلیف کا خطرہ بھی نہ ہو تو اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دیا جائے، اگر دوسرا آدمی نہ ہو یا بیمار کو سخت تکلیف ہوتی ہو تو جس طرف رخ ہو اسی طرف نماز پڑھ لے۔

سوال: اگر کسی کو قبلہ کی جانب معلوم نہ ہو تو کس طرف رخ کر کے نماز پڑھے؟

جواب: اگر قبلہ کی جانب معلوم نہ ہو اور کوئی آدمی قبلہ کی جانب بتلانے والا بھی نہ ہو تو اچھی طرح دھیان لگا کر سوچے کہ قبلہ کس جانب میں ہو سکتا ہے؟ جس طرف قبلہ ہونے کا دل میں یقین ہو اس جانب رخ کر کے نماز پڑھ لے۔

سوال: تحرّی (سوچ) کر کے نماز پڑھ لینے کے بعد کسی بتلانے والے نے بتایا کہ: جس جانب رخ کر کے نماز پڑھی ہے اس جانب قبلہ نہیں ہے تو نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: نماز ہو گئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر نماز کے درمیان کوئی خبر دینے والا خبر دے یا کسی اور طرح معلوم ہو گیا کہ قبلہ دوسری جانب ہے تو نماز ہی میں گھوم کر اس جانب رخ کر کے اپنی نماز مکمل کریں۔

سوال: کیا نفل نماز کے لیے قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے؟

جواب: ہاں! ہر نماز کے لیے قبلہ کی طرف رخ ضروری ہے؛ لیکن اگر سواری پر سوار ہو اور سواری کی صورت میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ممکن نہ ہو تو جس جانب سواری جا رہی ہو اسی جانب رخ کر کے نماز پڑھ لیں۔ (شامی)

نماز کی ساتویں شرط: نیت کا بیان

سوال: نیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: نیت دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔

سوال: نیت میں کس چیز کا ارادہ کرے؟

جواب: نماز میں خاص اس فرض نماز کا ارادہ کرنا ضروری ہے جو پڑھنا چاہتا ہے، مثلاً مغرب کی نماز پڑھنی ہے تو نیت کرے کہ میں مغرب کی فرض نماز پڑھتا ہوں یا قضا نماز ہو تو یوں نیت کرے کہ فلاں مغرب کی قضا پڑھتا ہوں اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو تو اس کی بھی نیت کرنی ضروری ہے۔

سوال: نیت زبان سے کہنا کیسا ہے؟

جواب: مستحب ہے، لیکن اگر زبان سے نہ کہے تو کچھ نقصان نہیں ہے۔

سوال: نفل نماز کی کس طرح نیت کرنی چاہیے؟

جواب: صرف اتنی نیت کافی ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں، سنت اور تراویح میں بھی صرف نماز کی نیت کرنا کافی ہے۔

نماز کی آٹھویں شرط: تکبیرِ تحریمہ کا بیان

سوال: تکبیرِ تحریمہ کس کو کہتے ہیں؟

جواب: تکبیر کے معنی ہیں ''اللہ اکبر'' کہنا، اور تحریم کے معنی ہیں ''حرام کرنا''۔ نیت باندھتے وقت ''اللہ اکبر'' کہتے ہیں اسے تکبیرِ تحریمہ کہتے ہیں؛ کیوں کہ اس تکبیر کے کہنے سے نماز شروع ہوتی ہے اور جو باتیں نماز کے خلاف ہیں وہ حرام ہوجاتی ہیں، مثلاً بات چیت جو پہلے جائز تھی مگر جب آپ نے نماز کی نیت باندھ لی اور اللہ اکبر کہہ لیا تو اب یہ بات چیت کرنا منع ہوگیا۔

نوٹ: رکوع میں جھکنے سے پہلے تکبیرِ تحریمہ کہہ لینا چاہیے۔

نماز کے ارکان کا بیان

ارکان جمع ہے، اس کا واحد ''رکن'' ہے، اور رکن کا مطلب ہے: ''جو کام کرنا نماز میں بالکل ضروری ہو''۔

سوال: نماز کے اندر کتنے فرض ہیں؟

جواب: نماز کے اندر چھ چیزیں فرض ہیں:

① قیام؛ یعنی کھڑا ہونا۔

② قرأت؛ یعنی قرآن پاک پڑھنا۔

③ رکوع کرنا۔

④ دونوں سجدے کرنا۔

⑤ قعدۂ اخیرہ؛ یعنی نماز کے آخر میں تشہد پڑھنے کے برابر بیٹھنا۔

⑥ اپنے کسی اختیاری کام سے نماز کو ختم کرنا؛ یعنی ارادے سے کوئی کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا۔

نماز کا پہلا رکن؛ یعنی قیام کا بیان

سوال: قیام سے کیا مراد ہے؟

جواب: قیام کھڑے ہونے کو کہتے ہیں اور کھڑے ہونے سے ایسا سیدھا کھڑا ہونا مراد ہے کہ گھٹنوں تک ہاتھ نہ پہنچ سکے۔

سوال: قیام کس نماز میں فرض ہے؟

جواب: فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے، بغیر عذر کے قیام کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

سوال: فرض اور واجب میں کتنا قیام فرض ہے؟

جواب: نمازوں میں اس قدر کھڑا ہونا فرض ہے جتنے میں فرض قرأت پڑھی جا سکے۔

سوال: اگر کوئی معذور ہے اور قیام کی طاقت نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب: بیماری، یا دشمن کے خوف یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر فرض اور واجب نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

سوال: سنت اور نفل نماز میں قیام کا کیا حکم ہے؟

جواب: فجر کی سنت کے علاوہ دیگر سنت اور نفل نمازوں میں قیام فرض نہیں ہے، بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے؛ البتہ بیٹھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔

نماز کا دوسرا رکن: قرأت کا بیان

سوال: قرأت سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرأت قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں۔

سوال: نماز میں کتنا قرآن مجید پڑھنا فرض ہے؟

جواب: ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیات پڑھنا فرض ہے، فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

سوال: نماز میں قرأت کی تفصیل بتاؤ؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ قرآنِ پاک کی ایک بڑی یا تین چھوٹی آیات کا ملانا واجب ہے۔
وتر کی نماز اور سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ قرآنِ پاک کی ایک بڑی یا تین چھوٹی آیات کا پڑھنا واجب ہے۔

سوال: سورۂ فاتحہ تمام نمازوں کی ہر رکعت میں واجب ہے؟

جواب: فرض کی پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے؛ البتہ مستحب ہے اور وتر، سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

سوال: قرآن مجید کن نمازوں میں زور سے پڑھنا واجب ہے؟

جواب: مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں، فجر، جمعہ اور دونوں عید کی نمازوں میں اور رمضان کے مہینے میں تراویح اور وتر کی نمازوں میں زور سے پڑھنا امام پر واجب ہے۔

سوال: کن نمازوں میں قرأت آہستہ کرنی چاہیے؟

جواب: ظہر اور عصر کی نماز میں امام اور منفرد؛ یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے سب کو اور وتر کی نماز میں منفرد کو آہستہ قرأت کرنی چاہیے۔

سوال: مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر کی نماز میں منفرد زور سے قرأت کرے گا یا آہستہ؟

جواب: منفرد مغرب، عشا، اور فجر کو وقت میں ادا کر رہا ہے تو اس کو اختیار ہے؛ چاہے زور سے قرأت کرے یا آہستہ؛ مگر تھوڑی آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

سوال: زور سے اور آہستہ پڑھنے کا کم سے کم درجہ کتنا ہے؟

جواب: زور سے پڑھنے کا کم درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز پاس والے شخص کے کان میں پہنچ سکے اور آہستہ پڑھنے کا کم درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز اپنے کان میں پہنچ سکے۔

سوال: جن نمازوں میں آواز سے قرأت کی جاتی ہے انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انھیں ''جہری نماز'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ ''جہر'' کے معنی زور سے پڑھنے کے ہیں۔

سوال: جن نمازوں میں آہستہ قرأت کی جاتی ہے انھیں کیا کہتے ہیں؟

جواب: انھیں ''سرّی نماز'' کہتے ہیں؛ کیوں کہ ''سِر'' کے معنی آہستہ سے پڑھنے کے ہیں۔

سوال: اگر کوئی شخص زبان سے قرأت نہ کرے؛ بلکہ صرف خیال میں پڑھ جائے تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صرف خیال کرنے سے نماز نہیں ہوگی؛ بلکہ زبان سے پڑھنا ضروری ہے۔

سوال: اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب: قرأت کی جگہ ''سُبْحَانَ اللّٰہِ'' یا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' پڑھ لے؛ لیکن اس پر قرآن سیکھنا اور یاد کرنا فرض ہے، ہر شخص کے لیے قرأت کی فرض مقدار یاد کرنا فرض ہے اور واجب مقدار یاد کرنا واجب ہے، نہ سیکھنے میں سخت گنہگار ہوگا۔

نماز کا تیسرا رکن: رکوع کا بیان

سوال: رکوع کی ادنیٰ مقدار کیا ہے؟

جواب: رکوع کی ادنیٰ مقدار اس قدر جھکنا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ

جائے۔

سوال: رکوع کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: اس قدر جھکنا کہ سر اور کمر برابر رہے اور ہاتھ پسلیوں سے جدا رہیں اور گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے۔

مسئلہ: کسی شخص کی کمر پہلے سے ہی اتنی جھکی ہوئی ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے جھکی ہوئی ہو تو سر سے اشارہ کرلے؛ یعنی صرف سر جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔

نماز کا چوتھا رکن: سجدہ کا بیان

سوال: سجدہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔

سوال: صرف ناک یا پیشانی پر سجدہ کرنے سے سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر کسی عذر کی وجہ سے ایسا کرے تو سجدہ ادا ہو جائے گا؛ لیکن بلا عذر صرف ناک پر سجدہ کرلیا تو سجدہ درست نہیں ہوگا اور اگر بلا عذر صرف پیشانی پر سجدہ کیا تو سجدہ تو ہو جائے گا؛ لیکن مکروہ ہے۔

سوال: ہر رکعت میں ایک سجدہ فرض ہے یا دونوں؟

جواب: دونوں سجدے فرض ہیں۔

سوال: پیشانی اور ناک دونوں پر زخم ہو تو کس طرح سجدہ کرے؟

جواب: ایسے شخص کے لیے سجدہ کا اشارہ کرلینا کافی ہے۔

نماز کا پانچواں رکن: قعدۂ اخیرہ کا بیان

سوال: قعدۂ اخیرہ کن نمازوں میں فرض ہے؟

جواب: فرض، واجب، سنت، نفل تمام نمازوں میں قعدۂ اخیرہ فرض ہے۔

سوال: قعدۂ اخیرہ کی کتنی مقدار فرض ہے؟

جواب: تشہد کے آخری الفاظ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

نماز کا چھٹا رکن: اپنے کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنا

کسی اختیاری فعل سے نماز کو ختم کرنے کے معنی ہے: ارادہ سے کوئی کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا۔

مسئلہ: کم از کم قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد اپنے ارادہ سے کوئی ایسا کام نماز سے نکلنے کے لیے کرنا جو نماز میں ممنوع ہو، مثلاً کلام کرنا وغیرہ؛ لیکن لفظِ سلام سے نماز کو ختم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد ہوا خود بخود بلا ارادہ خارج ہوگئی تو نماز نہیں ہوگی؛ کیوں کہ ہوا کا خارج ہونا ارادہ سے نہیں

ہے؛ بلکہ غیر اختیاری طور پر خارج ہوگئی ہے۔ (بحر)

مسئلہ: تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد ہوا جان بوجھ کر ارادہ سے خارج کرے تو نماز ہوگئی؛ لیکن ایک واجب؛ یعنی سلام چھوٹ گیا اور واجب کے چھوٹنے سے نماز کو لوٹانا واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: تیمم کر کے نماز پڑھنے والے کو قعدۂ اخیرہ میں تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد پانی مل جائے تو نماز ٹوٹ جائے گی؛ کیوں کہ پانی کا ملنا اختیاری فعل نہیں ہے۔

سوالات

سوال: نماز کی کتنی شرطیں ہیں؟ اور ان کا حکم کیا ہے؟

جواب: نماز کی آٹھ شرطیں ہیں، ایک شرط بھی فوت ہوجائے اور چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی۔

سوال: نماز کے فرضوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کا کوئی ایک فرض بھی چھوٹ جائے (چاہے جان کر یا بھول کر) تو نماز نہیں ہوگی۔

نماز کے واجبات کا بیان

سوال: نماز میں کتنے واجبات ہیں؟

جواب: نماز میں چودہ واجب ہیں:

① فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں اور دوسری تمام نمازوں کی ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا۔

② فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں اور واجب اور سنت و نفل کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا۔

③ تین یا چار رکعت والی نماز ہو تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرنا طے ہے۔

④ سورۂ فاتحہ کو پہلے اور سورت کو بعد میں پڑھنا۔

⑤ مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں، فجر، جمعہ، تراویح اور رمضان میں وتر کی نماز اور عیدین میں امام کو آواز سے پڑھنا۔ اور مغرب کی تیسری اور عشا کی آخری دو رکعتوں میں اور ظہر اور عصر کی چاروں رکعتوں میں امام کا آہستہ قرأت کرنا۔

⑥ قومہ؛ یعنی رکوع کے بعد کھڑا ہونا۔

⑦ جلسہ؛ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ ہر عضو میں سکون پیدا ہو جائے۔

⑧ پہلا قعدہ؛ یعنی تین یا چار رکعت والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد تشہد پڑھ سکے اتنی دیر بیٹھنا۔

⑨ دونوں قعدوں میں تشہد؛ یعنی التحیات پڑھنا۔

⑩ لفظِ سلام کے ذریعہ سے نماز کو ختم کرنا۔

⑪ ہر رکن کو اچھی طرح اطمینان سے ادا کرنا۔

⑫ ہر رکن کو ترتیب سے ادا کرنا؛ یعنی قیام، قرأت، رکوع، سجدہ وغیرہ میں ترتیب قائم رکھنا۔

⑬ وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کسی سورت یا آیت کے ملانے کے بعد تکبیر کہہ کر دعائے قنوت پڑھنا۔

⑭ دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیر کہنا۔

سوال: نماز کے واجبات کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص نماز کے واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دے تو نماز ادھوری ہوجاتی ہے اور نماز کا دہرانا واجب ہے اور اگر بھول کر ایک یا کئی واجب چھوٹ جائے یا انھیں آگے پیچھے ادا کرے، ترتیب سے ادا نہ کرے تو سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہوجاتی ہے۔

نماز کی سنتوں کا بیان

سوال: نماز میں کتنی سنتیں ہیں؟

جواب: نماز میں اکیس سنتیں ہیں۔

قیام اور قرأت کی سنتیں

① تکبیرِ تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔

۲ دونوں ہاتھ کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا اور ہتھیلی والے حصے کو قبلہ کی طرف رکھنا۔

۳ تکبیر کے وقت سر کو نہ جھکانا۔

۴ امام کو تکبیرِ تحریمہ اور ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کی تمام تکبیرات میں ضرورت کے مطابق زور سے کہنا۔

۵ سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھنا۔

۶ ثنا؛ یعنی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ'' پڑھنا۔

۷ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔

۸ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے ''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھنا۔

۹ سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا۔

۱۰ ثنا، اعوذ باللہ، بسم اللہ، اور آمین سب کو آہستہ پڑھنا۔

۱۱ سنت کے موافق قرأت کرنا۔

فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل میں سے پڑھنا اور عصر اور عشا میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل میں سے پڑھنا۔

طوالِ مفصل: قرآن مجید کے چھبیسویں پارہ کی سورۂ حجرات سے تیسویں پارہ کی سورۂ بروج تک کو طوالِ مفصل کہتے ہیں۔

اوساطِ مفصل: سورۂ طارق سے سورۂ بینہ تک کو اوساطِ مفصل کہتے ہیں۔

قصارِ مفصل: تیسویں پارہ میں سورۂ زلزال سے سورۂ ناس تک کو قصارِ مفصل کہتے ہیں۔

⑫ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔

رکوع اور سجدہ کی سنتیں

① رکوع اور سجدہ میں تین تین بار تسبیح پڑھنا۔

② رکوع میں سر اور پیٹھ ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلی سے گھٹنوں کو پکڑ لینا۔

③ قومہ میں امام کو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا اور مقتدی کو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد؛ یعنی بغیر جماعت کے تنہا نماز پڑھنے والے کا دونوں کہنا۔

④ سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور پیشانی زمین پر رکھنا۔

جلسہ؛ یعنی دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے اور قعدہ کی سنتیں

① جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور سیدھے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

② تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا اور

اِلَّا اللہ پر رکھ دینا۔

③ اخیری قعدہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنا۔

④ اخیری قعدہ میں درود کے بعد دعا پڑھنا۔

⑤ پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

سوال: نماز کی سنتوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: جو چیزیں نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوئی ہیں؛ لیکن اس کا کرنا فرض اور واجب کے برابر نہیں ہے انھیں سنت کہتے ہیں۔

سوال: نماز میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں کوئی سنت بھول سے چھوٹ جائے تو نماز ٹوٹتی نہیں ہے، سجدۂ سہو نہیں کرنا ہوتا، اور گناہ بھی نہیں ہوتا ہے، اور جان بوجھ کر چھوڑنے سے بھی نماز ہوجاتی ہے اور سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوتا؛ لیکن چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہوتا ہے۔

نماز کے مستحبات کا بیان

نماز میں آٹھ چیزیں مستحب ہیں:

① تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہتھیلیاں کپڑے سے باہر رکھنا۔

② رکوع اور سجدہ میں منفرد کو تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح کہنا۔

③ قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا۔

④ رکوع میں قدموں کی پیٹھ پر نظر رکھنا۔

⑤ جلسہ اور قعدہ میں اپنی گود پر نظر رکھنا۔

⑥ سلام کے وقت اپنے کندھوں پر نظر رکھنا۔

⑦ کھانسی کو اپنی طاقت بھر روکنا۔

⑧ جُمائی میں منہ بند رکھنا اور کھل جائے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کے پیچھے والے حصے سے منہ کو چھپا لینا۔

نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

سوال: نماز کو توڑنے والی چیزیں کیا کیا ہیں؟

جواب: نماز کو توڑنے والی چیزیں یہ ہیں:

① وضو ٹوٹ جانا۔

② نماز میں بات کرنا؛ چاہے جان بوجھ کر ہو یا بھول کر یا غلطی سے ہو، تھوڑی ہو یا زیادہ۔

③ منہ کے باہر سے کوئی بھی چیز کھا لینا؛ چاہے تھوڑی ہی ہو۔

④ آواز سے ہنسنا۔

⑤ درد کی وجہ سے آہ، آہ، اُف یا ہائے کہنا۔

⑥ بلا عذر جان بوجھ کر قبلہ کی طرف سے سینہ پھیر لینا۔

⑦ پورے سجدے میں زمین سے دونوں پیر اُٹھائے رکھنا۔

⑧ ناپاک جگہ پر سجدہ کرنا۔

⑨ قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا۔

⑩ قرآن پاک پڑھنے میں کوئی بڑی غلطی کرنا۔

⑪ اپنے امام کے علاوہ کسی کو لقمہ دینا۔

⑫ ایک رکن کے برابر ستر کھل جانا۔

⑬ عملِ کثیر؛ یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

⑭ نماز میں امام سے آگے بڑھ جانا۔

⑮ سلام کرنا؛ یعنی کسی شخص کو سلام کے ارادے سے سلام یا ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ“ یا اس جیسا کوئی لفظ کہہ دینا۔

⑯ سلام کا زبان سے جواب دینا۔

⑰ کسی اچھی خبر سن کر ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ“ یا کسی بری خبر پر ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ“ پڑھنا یا کسی عجیب خبر پر ”سُبْحَانَ اللّٰهِ“ کہنا یا چھینکنے والے کے جواب میں ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ کہنا یا نماز کے باہر سے کسی دعا کرنے والے کی دعا پر آمین کہنا۔

⑱ نماز کی اندر کی دعا میں ایسی چیز مانگنا جو انسانوں سے مانگی جاتی ہے جیسے یوں کہے: یا اللہ! مجھے سو روپے دے دے وغیرہ۔

⑲ لگاتار دو صفوں کی مقدار کے برابر نماز میں چلنا۔
⑳ اللہ اکبر میں لفظ اللہ کے الف کو کھینچ کر؛ یعنی مد سے پڑھنا۔

نماز کے مکروہات کا بیان

① کپڑے کو لٹکانا، مثلاً کرتا آستین میں ہاتھ ڈالے بغیر کندھوں پر ڈال لینا یا چادر سر پر ڈال کر اس کے کنارے لٹکا دینا۔
② کپڑوں کو مٹی وغیرہ سے بچانے کے لیے سمیٹنا۔
③ نماز میں اپنے بدن یا کپڑے سے کھیلنا۔
④ ایسے معمولی کپڑوں میں نماز پڑھنا جنھیں پہن کر مجمع میں جانا پسند نہیں کیا جاتا۔
⑤ سستی اور بے پروائی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔
⑥ پاخانہ یا پیشاب کی سخت حاجت ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا۔
⑦ سر کے اوپر والے حصہ پر بالوں کا جوڑا باندھنا۔
⑧ کنکریوں کو ہٹانا؛ لیکن اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
⑨ انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔
⑩ کمر پر ہاتھ رکھنا۔

⑪ قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھنا۔

⑫ کتّے کی طرح بیٹھنا؛ یعنی رانیں کھڑی کر کے بیٹھنا اور رانوں کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے سے ملالینا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھنا۔

⑬ سجدہ میں دونوں کلائیوں کو زمین پر بچھالینا مرد کے لیے مکروہ ہے۔

⑭ ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

⑮ کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہو۔

⑯ بلا عذر چارزانو بیٹھنا (چوکڑی مار کر، آلتی پالتی مار کر)۔

⑰ جان بوجھ کر جُمائی لینا یا روکنے کی طاقت کے باوجود نہ روکنا۔

⑱ آنکھوں کو بند کر لینا؛ لیکن اگر نماز میں دل لگنے کے لیے بند کرے تو مکروہ نہیں ہے۔

⑲ امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا؛ لیکن قدم محراب سے باہر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

⑳ اکیلے امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا، اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

㉑ صف میں اکیلے کھڑے ہونا جبکہ آگے کی صف میں جگہ خالی ہو۔

㉒ کسی جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا۔

㉓ ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نمازی کے سر یا دائیں بائیں یا سجدہ کی

جگہ جاندار کی تصویر ہو۔

(۲۴) قرآن کی آیات یا تسبیحات وغیرہ انگلیوں پر گننا۔

(۲۵) چادر یا کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے ہاتھ نہ نکل سکیں۔

(۲۶) بلا عذر عمامہ کے پیچ پر سجدہ کرنا۔

(۲۷) نماز میں انگڑائی لینا؛ یعنی سستی کرنا۔

(۲۸) سنت کے خلاف نماز میں کوئی کام کرنا۔

ہدایت: اساتذہ نماز کے فرائض، واجبات، سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز کی عملی مشق کرائیں۔

وتر کی نماز کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ہر مسلمان پر وتر کی نماز واجب ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے تمھارے اوپر ایک نماز واجب کی ہے جو لال اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے، یہ وتر کی نماز ہے جس کا وقت اللہ تعالیٰ نے عشا کی نماز کے بعد سے لے کر صبح صادق کے درمیان رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: وتر کی نماز واجب ہے، سو جو شخص وتر کی نماز نہ پڑھے وہ ہماری جماعت (مسلمانوں) میں شامل نہیں ہے۔

سوالات وجوابات

سوال: وتر کی نماز واجب ہے یا سنت؟

جواب: وتر کی نماز واجب ہے، اس کے پڑھنے کی تاکید فرض نمازوں کے برابر ہے، چھوٹ جائے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور بلا عذر جان بوجھ کر چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔

سوال: وتر کی نماز کی کتنی رکعتیں ہیں؟

جواب: وتر کی تین رکعتیں ہیں۔

سوال: وتر کی نماز کی ترتیب بتاؤ؟

جواب: پہلی دو رکعت میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت یا قرآنِ پاک کی آیت ملائیں اور دو رکعت پر قعدہ کریں اور تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جائیں، پھر تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ کانوں تک اُٹھائیں، پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں، پھر باقی نماز معمول کے مطابق پوری کریں۔

سوال: دعائے قنوت زور سے پڑھنی چاہیے یا آہستہ؟

جواب: امام ہو یا منفرد سب کو دعائے قنوت آہستہ پڑھنی چاہیے۔

سوال: دعائے قنوت یاد نہ ہو تو کیا کرے؟

جواب: کوئی دعا مثلاً: ﴿رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِيْ الآخِرَةِ

حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ پڑھ لینی چاہیے۔

سوال: اگر مقتدی نے پوری دعائے قنوت نہیں پڑھی تھی اور امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی کیا کرے؟

جواب: رکوع میں چلا جائے، دعائے قنوت چھوڑ دے۔

سوال: اگر کوئی شخص عشا کی نماز سے پہلے وتر کی نماز پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے؛ اس لیے عشا سے پہلے وتر کی نماز درست نہیں ہے۔

سوال: وتر کی نماز کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟

جواب: صبح صادق تک باقی رہتا ہے۔

جس شخص کو تہجد میں بیدار ہونے کی قوی امید ہو اس کے لیے تہجد کے بعد وتر پڑھنا افضل ہے۔

تیسرا باب

سیرتِ پاک

(آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدنی زندگی)

غزوۂ اُحد: ماہِ شوال ۳ سنہ ھ

بدر کی لڑائی میں مکہ والے دشمن قریش کے بڑے بڑے سردار اور بہادر مارے گئے، قریش کو اس کا بہت دکھ اور غصہ تھا، مرد تو مرد عورتیں بھی لڑائی کے لیے بے چین تھیں، بدلے کی آگ نے ان کو ایک دن بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا۔

بدر کے فوراً بعد ہی سے لڑائی کی تیاری شروع ہو گئی تھی، ابوسفیان کا تجارتی قافلہ جو نفع کما کر لایا تھا وہ لڑائی کے فنڈ میں جمع کر دیا گیا تھا، اس کے بعد دن بہ دن یہ فنڈ بڑھتا رہا اور لڑائی کی پوری تیاری کی گئی۔

جب سارا سامان مکمل ہو گیا تو تین ہزار بہادر نوجوانوں کی فوج لے کر ابوسفیان مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوا، اس لشکر میں دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور سات سو زِرہ پہنے ہوئے سپاہی تھے۔

آپ ﷺ نے جب یہ خبر سنی تو نمازِ جمعہ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ مقابلہ کس طرح ہو اور کہاں ہو؟

آپ ﷺ اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ عورتوں کو مدینہ منورہ سے باہر کسی محفوظ جگہ میں بھیج دیا جائے اور مرد مدینہ میں رہیں اور یہیں مقابلہ کریں؛ لیکن اکثر صحابہ، جن میں خاص طور پر وہ نوجوان آگے آگے تھے جن کو افسوس تھا کہ وہ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے، ان کا اصرار تھا کہ شہر سے باہر کھلے میدان میں مقابلہ کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ حالت دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان میں تشریف لے گئے اور جنگ کی تیاری کرلی، مکان میں تشریف لے جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو احساس ہوا کہ ہمارا اصرار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے تو وہ شرمندہ ہوئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے تو ادب سے عرض کیا کہ: ہم آپ کی مرضی کے خلاف کوئی اصرار کرنا نہیں چاہتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جب نبی ہتھیار باندھ لیتا ہے تو جب تک لڑائی سے فراغت نہ ہوجائے ہتھیار کھولا نہیں کرتا۔

جمعہ کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار مسلمانوں کو لے کر اُحد پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے، اسی وقت منافقین نے دھوکا دیا، اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر نکل گئے، اب صرف سات سو مسلمان رہ گئے، مسلمانوں نے احد پہاڑ کے پاس اپنی فوجیں اتاری، وہاں ایک طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی، ڈر تھا کہ دشمن اس طرف سے آکر پیچھے سے حملہ نہ کربیٹھیں؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچاس تیر چلانے والے صحابہ کو اس پہاڑی پر بٹھادیا اور ان کو حکم دیا کہ: ہماری جیت ہو یا ہار تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔

لڑائی کی شروعات

سب سے پہلے مکہ کے دشمن قریش کی طرف سے شریف گھرانے کی عورتیں دُف پر جنگی ترانے گاتی ہوئی آگے بڑھیں جس میں ابوسفیان کی بیوی ”ہندہ“ آگے آگے تھی، اس کا باپ عتبہ بدر میں مارا گیا تھا۔

دستور کے موافق اول ایک ایک دو دو میں مقابلہ ہوا جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم ان پر بھاری پڑے اور جیت کی طرف بڑھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

ایک حبشی غلام جس کا نام وحشی تھا، ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ تو حمزہ کو شہید کردے گا تو آزاد کر دیا جائے گا، بس وہ آزادی کے شوق میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں ایک چٹان کی آڑ میں بیٹھ گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ وہاں سے گزر رہے تھے کہ اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ اس طرح پھینکا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف میں گھس کر کمر سے پار ہو گیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کرنا چاہا؛ لیکن لڑکھڑا کر گرے اور روح نکل گئی۔

لڑائی کی درمیانی حالت

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زبردست حملوں سے مکہ کے دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے، فوج میں بھگدڑ مچ گئی، اب مسلمان ان کے مال واسباب جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو وہ حضرات جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہاڑی پر حفاظت کے لیے رکھا تھا- اس خیال سے کہ اب فتح ہو گئی ہے، ہٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے- پہاڑی سے اتر آئے، ان کے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بہت روکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یاد دلایا؛ مگر وہ نہ رُکے۔

کایاپلٹ

خالد بن ولید- جو اُس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے- اسی انتظار میں تھے، جیسے ہی پہاڑی خالی ہوئی فوراً ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ پہاڑی کی پیچھے کی طرف سے آکر بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کردیا۔

مسلمان بالکل بے خبر غنیمت کا مال جمع کرنے میں مشغول تھے، اچانک حملہ ہوا تو گھبرا گئے اور دونوں فوجیں آپس میں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان دوسرے مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جانے لگے، اسلامی لشکر کا جھنڈا اٹھانے والے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے، وہ شکل وصورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت مشابہ تھے، ان کا شہید ہونا تھا کہ مکہ کے کافروں نے شور مچادیا کہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شہید ہوگئے، اس خبر نے مسلمانوں کے ہوش اڑادیے۔

مکہ کے دشمنوں کا سارا زور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب تھا، چاہتے تھے کہ کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جائیں؛ لیکن چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے جس کی وجہ سے ان کو موقع نہیں ملا۔

جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر اِدھر اُدھر پھر رہے تھے اتفاق سے انھیں میں سے کسی کی نظر اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑگئی اور وہ ایک دم سے چلّا اٹھے: مسلمانو! یہاں آؤ! اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہاں موجود ہیں۔

یہ سن کر مسلمانوں کی جان میں جان آئی اور پروانہ وار ٹوٹ پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیچ میں لے لیا۔

ایک مرتبہ مکہ کے دشمنوں نے مل کر حملہ کیا اور تیروں کی بارش شروع کردی، جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم سارے تیر اپنے اوپر لیتے رہے؛ یہاں تک کہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔

ایک بد بخت دشمن -جس کو لوگ بہادر سمجھتے تھے- مجمع کو چیر کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ایسی تلوار ماری کہ خَود کی دو کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں اور ایک دانت مبارک شہید ہو گیا، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے خون نکلنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خون صاف کرتے جاتے تھے اور ان مکہ کے دشمنوں کی ہدایت کی دعا فرماتے تھے، سبحان اللہ کیا شانِ کریمی تھی!

اس لڑائی میں بائیس (۲۲) یا تیئیس (۲۳) دشمن مارے گئے اور ستّر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے، ان میں زیادہ تر انصار تھے۔

شہیدوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت بڑی اہم تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کا بڑا اثر تھا، زیادہ تکلیف کی بات یہ تھی کہ مکہ کے دشمن سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔

دشمن جیت کے گیت گاتے ہوئے روانہ ہوئے؛ لیکن خطرہ تھا کہ دشمن

دوبارہ پلٹ کر حملہ نہ کردیں؛ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک فوج دشمن کے پیچھے روانہ کی؛ تاکہ دشمن پلٹے تو فوراً روک تھام ہو سکے، اس فوج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ادھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہیدوں کو دفن کرنے کے انتظامات شروع فرمائے۔

اسی سال شعبان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں اور اسی سال شراب حرام ہوئی۔

سوالات

① غزوۂ احد کا واقعہ کب پیش آیا؟
② پہاڑی پر تیر اندازوں کو کیوں رکھا تھا؟
③ وہ کتنے تھے؟ اور ان کے امیر کون تھے؟
④ اس غزوہ میں کتنے مسلمان شہید ہوئے؟
⑤ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا تھا؟
⑥ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا تکلیف پہنچی؟
⑦ یہ افواہ کیوں مشہور ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے؟

مدینہ کے یہودیوں کی شرارت

تم پڑھ چکے ہو کہ مدینہ منورہ کے آس پاس یہودیوں کی آبادی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں اور مسلمانوں کا معاہدہ کرادیا تھا کہ مدینہ میں مل جل کر امن اور چین سے رہیں گے اور اپنے ملک کی حفاظت کرتے رہیں گے؛ مگر یہودی اس پر عمل کرنے کے لیے دل سے ایک دن بھی تیار نہیں تھے۔

غزوۂ بَنو قَینُقاع

سب سے پہلے بنوقینقاع نے خلاف ورزی کی؛ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بدر کی جنگ میں مشغول تھے تب بازار میں ایک مسلمان عورت کی بے عزتی کی اور جب ایک مسلمان نے عورت کی مدد کی تو اس کو شہید کر ڈالا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے واپس ہوئے تو بنوقینقاع کے لوگوں کو بلایا کہ: آپس میں صلح صفائی کرادیں؛ مگر یہود نہیں آئے؛ بلکہ معاہدہ کا کاغذ واپس بھیج دیا اور لڑائی کا اعلان کردیا، اور ساتھ یہ کہلا بھیجا کہ ہم قریش نہیں ہیں جن کو بدر میں تم نے ہرادیا۔

بنوقینقاع نے جب معاہدہ کو رد کردیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بنوقینقاع تشریف لے گئے اور ان کا گھیراؤ کرلیا، بنوقینقاع کے یہودیوں کی بڑائی ختم ہوگئی اور مقابلہ کی ہمت کسی کو بھی نہیں ہوئی، پندرہ روز تک گھیراؤ رہا، آخر کار

انھوں نے ہار مان لی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا کہ جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ یہاں سے سارا سامان لے کر کہیں چلے جائیں، یہ لوگ اپنا پورا سامان لے کر شام چلے گئے، یہ سات سو مرد تھے۔

ان کو قتل نہ کرنا اور معاف کر کے سلامتی سے روانہ کر دینا یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی رحمت ہے۔

غزوۂ بنو نضیر

مدینہ میں یہود کا دوسرا قبیلہ بنو نضیر تھا، وہ قریش کے لیے جاسوسی کا کام کرنے لگے، ظلم پر ظلم یہ کہ قریش کے اُکسانے سے غزوۂ اُحد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش بھی کی، ٹھیک وقت پر سازش کا پتہ چل گیا، جب ہر طرف سے غداری ثابت ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ نئے سرے سے دوبارہ معاہدہ ہو جائے؛ مگر بنو نضیر کو اپنے مضبوط قلعوں پر فخر تھا، انھوں نے دوبارہ معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قلعہ کا پندرہ روز تک گھیراؤ کیا، آخر بنو نضیر اس فیصلہ پر راضی ہو گئے کہ جس قدر مال اور سامان اونٹوں پر لے جا سکیں لے جائیں اور مدینہ سے باہر نکل جائیں، انھوں نے چھ سو اونٹوں پر سامان لیا اور اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا اور مدینہ سے نکل کر خیبر جا کر آباد ہو گئے۔ خیبر کے یہودیوں نے ان کو اتنی عزت دی کہ بنو نضیر کے سرداروں کو اپنا سردار مان لیا۔

سوالات

(۱) مدینہ میں یہود کے بڑے بڑے کتنے قبائل تھے؟

(۲) سب سے پہلے غداری کس قبیلے نے کی؟

(۳) بنونظیر کا واقعہ کب پیش آیا؟

(۴) بنوقینقاع کا واقعہ کب پیش آیا؟

غزوۂ خندق ۵ھ
یعنی تمام عرب کے مشرکوں کی جنگ

مدینہ طیبہ کے یہود بنونظیر مدینہ سے تو نکل گئے؛ لیکن اپنی شرارتوں سے رُکے نہیں، خیبر پہنچ کر اپنی کوششوں اور سازشوں سے سارے عرب میں فساد کی آگ لگا دی، مکہ جا کر قریش کو تیار کیا، دوسری طرف بنوغطفان کو اپنی آدھی پیداوار کا لالچ دے کر مسلمانوں سے لڑنے پر تیار کیا، اور دوسرے قبیلوں کو بھی جا جا کر ابھارا، اس طرح مدینہ کے قریب پہنچتے پہنچتے تمام حملہ آور فوج کی تعداد کم سے کم دس ہزار اور زیادہ سے زیادہ چوبیس ہزار ہوگئی تھی، اس لشکر میں ساڑھے چار ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے۔

مکہ کے کافر چاہتے تھے کہ پوری طاقت سے حملہ کر کے اسلام کے نور کو بجھا دیں؛ مگر وہ کیسے بجھاتے، اللہ تعالیٰ تو اس کو پورا کرنے والے تھے، وہ لاکھ تدبیریں کرتے اور ایک عرب کیا ساری دنیا کی طاقت جمع کرتے تب بھی

یہ نور بجھنے والا نہیں تھا اور ان شاء اللہ! قیامت تک بجھنے والا نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ خبریں سنیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق یہ طے کیا کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے اور مدینہ کی حفاظت کے لیے ایک خندق کھودی جائے۔

مدینہ کی تین طرف مکانوں اور کھجوروں کے باغات اور پہاڑوں کا سلسلہ تھا، صرف ایک طرف کھلا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ شہر سے نکل کر اسی طرف خندق کی تیاری شروع کر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کی حدیں خود قائم کیں اور دس دس گز دس دس آدمی کی جماعت پر تقسیم فرما دیا۔

یہ خندق پانچ گز یعنی پندرہ فٹ چوڑی، اور زمین سے تری نکل آئی اس قدر گہری اور ساڑھے تین میل (تین میل انگریزی: ۴ کلو میٹر، ۸۲۸ سینٹی میٹر، ۳۲ ملی میٹر، تقریباً پانچ کیلو میٹر) لمبی تیار کی گئی، اور صرف چھ دن میں تین ہزار مبارک ہاتھوں نے اس کو تیار کیا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم مزدوروں کی طرح کام کر رہے تھے، کئی کئی دن کی بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر بندھے تھے، ایک روز پریشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے کچھ ساتھیوں نے پیٹ کھول کر دکھائے اُن پر پتھر بندھے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹایا تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے۔

ایک مرتبہ سخت چٹان آ گئی، جب صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے نہ ٹوٹنے سے تنگ آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس پریشانی کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے کدال مارا تو چٹان کنکریوں کا ڈھیر بن گئی۔

دشمن پہنچ گئے، دشمنوں نے دیکھا کہ مدینہ میں ہمارا داخلہ نہیں ہو سکتا، خندق کے ذریعہ حد بندی ہو چکی ہے تو خندق کے سامنے اپنا پڑاؤ ڈالا، دشمنوں کی فوج زیادہ دیکھ کر منافقوں کے ہوش اڑ گئے، وہ جھوٹے بہانے بنا کر گھر واپس چلے گئے۔

بنو قریظہ کی غداری

مدینہ میں یہودیوں کا تیسرا قبیلہ بنو قریظہ تھا، یہ لوگ اب تک الگ تھے؛ لیکن جب دیکھا کہ سارا عرب چڑھ آیا ہے اور مسلمانوں کو سب طرف سے گھیر لیا ہے تو ان کے دلوں کی کھوٹ بھی سامنے آ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سمجھانے کے لیے دو صحابی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا؛ لیکن انھوں ٹھیک سے بات بھی نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ: ہم نہیں جانتے کہ معاہدہ کیا ہوتا ہے؟۔

مقابلہ

عرب کے کافر مدینہ طیبہ کو گھیرے ہوئے تھے، شہر پر حملہ کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ملتا تھا، ایک طرف مسلمان تھے، دوسری طرف دشمنوں کی

فوجیں تھیں، دشمنوں کی فوجوں نے خندق کودنے کی کوشش کی؛ مگر ناکام رہے، تب دشمنوں نے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کی؛ تاکہ مسلمانوں کو ہٹادیں، ایک دن تو ایسا بھی گذرا کہ عرب کے کافروں کی طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش بہت ہوئی؛ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو فرض نماز ادا کرنے کا بھی موقع نہیں ملا اور لگاتار چار نمازیں قضا ہوگئیں۔

اتفاق سے ایک طرف خندق کی چوڑائی کم تھی، بس اس طرف سے ایک بڑا بہادر گھوڑا کودا کر اس پار آنے لگا تو ادھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ لپکے اور ایک ہی وار میں اس کو ختم کر دیا۔

دشمنوں میں پھوٹ

گھیراؤ جتنا لمبا ہوتا جاتا تھا عرب کے کافر ہمت ہارتے جاتے تھے، چوبیس ہزار آدمیوں کو کھانا پہنچانا اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنا آسان کام نہیں تھا، دوسری طرف دشمنوں میں پھوٹ پڑتی جاتی تھی، اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس عرصے میں کچھ لوگ مسلمان ہوگئے تھے؛ لیکن عرب کے کافروں پر اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا، انھوں نے ان میں گھس کر، محبت جتا کر ان کے دلوں میں پھوٹ ڈال دی، پھر اللہ کی طرف سے ایسی آندھی آئی کہ ان کے خیمے سب اُکھڑ گئے، جو اسلام کی جڑیں اکھاڑنے آئے تھے خود ان کے پاؤں اُکھڑ گئے اور دشمن لاچار ہوکر بھاگ نکلے اور میدان اللہ کے فضل سے مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بنو قریظہ کی بدعہدی کی سزا

بنو قریظہ نے مسلمانوں سے ایسے نازک وقت میں جو غداری کی تھی ان کی سزا ان کو ملنی چاہیے تھی؛ چنانچہ حضور ﷺ نے غزوۂ خندق سے واپس آکر ان کا گھیراؤ کیا، بنو قریظہ قلعہ میں نظر بند ہو گئے اور چاروں طرف سے ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے گھیر لیا، آخر انھوں نے درخواست کی کہ ہمارا فیصلہ کر دیا جائے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل بنایا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ: جو لڑنے کے قابل ہوں وہ قتل کر دیے جائیں اور باقی غلام باندی بنا کر مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

دونوں جنگ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا جانی نقصان بہت کم ہوا، صرف دس مسلمان شہید ہوئے؛ لیکن انصار کا سب سے مضبوط بازو ٹوٹ گیا؛ یعنی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ - جو قبیلۂ اوس کے سردار تھے - زخمی ہوئے اور فیصلہ کرنے کے بعد ایک زخم کے ٹانکے ٹوٹ گئے اور خون کا فوارہ بہنے لگا، بہت کوشش کی گئی؛ مگر خون نہ رُکا؛ یہاں تک کہ جامِ شہادت نوش فرمالیا۔

سوالات

① خندق کھودنے کا مشورہ کس نے دیا تھا؟
② اس جنگ میں حملہ کرنے والے دشمنوں کی تعداد کتنی تھی؟
③ مسلمانوں کی تعداد کیا تھی؟
④ بنو قریظہ کے پاس آپ ﷺ نے کس کو بھیجا تھا؟

صلحِ حدیبیہ اور بیعتِ رضوان (ذی قعدہ سنہ ٦ ھ)

مسلمانوں کی بڑی تمنا تھی کہ مکہ معظّمہ جا کر خانۂ کعبہ کا طواف کریں اور اس کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کریں، ہجرت کے چھٹے سال ذی قعدہ کے مہینے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تقریباً ڈیڑھ ہزار ساتھیوں کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔

یہ ارادہ جتنا مبارک تھا اتنا ہی خطرناک بھی تھا؛ کیوں کہ مسلمان اپنے شہر سے دور دشمنوں کے علاقے میں جارہے تھے جو اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا چکے تھے؛ مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوئے، سب نے حاجیوں کا لباس پہنا، قربانی کے جانور ساتھ لیے اور عرب کے دستور کے مطابق ان پر نشان لگا دیے۔

دشمن قریش کی طرف سے مقابلہ کی تیاری

قریش کو جیسے ہی خبر پہنچی انھوں نے طے کر لیا کہ مسلمانوں کو مکہ نہیں آنے دیں گے اور مقابلہ کے لیے خود بھی تیار ہو گئے اور آس پاس کے لڑاکو قبیلوں کے جوانوں کو بھی بلا لیا۔

حدیبیہ میں قیام

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ قافلہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو آپ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اونٹنی۔جس کا نام ''قصواء'' تھا۔بیٹھ گئی،لوگوں نے بہت اٹھانا چاہا؛ مگر اُٹھی نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اس کو اس اللہ نے روک لیا جس نے اصحابِ فیل کو روک دیا تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: قریش جو بھی شرط پیش کریں گے۔جس میں اللہ کے حکموں کی عظمت ہوتی ہو۔میں اس کو مان لوں گا۔اس ارادے کو ظاہر کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اونٹنی کو اُٹھایا تو فوراً اُٹھ گئی اور مکہ کی طرف روانہ ہوگئی،جب اُس مقام پر پہنچے جس کو ''حدیبیہ'' کہا جاتا تھا تو وہیں ایک چشمہ کے قریب رُک گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مکہ والوں کے نام پیغام بھیجا کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے ،ہمارا مقصد صرف بیت اللہ شریف کی زیارت ہے؛مگر کفار کسی طرح نہ مانے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا، یہاں مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے،بس پھر کیا تھا! مسلمانوں میں ایک جوش آ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ناحق خون کا بدلہ لینا ضروری سمجھا، پھر ایک ببول کے درخت کے نیچے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک خاص عہد لیا کہ:

ہم جان دے دیں گے؛ مگر مقابلے سے نہیں ہٹیں گے۔

اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں؛ یعنی اللہ کی خوشی کی بیعت، قرآنِ پاک میں اس درخت اور اللہ کی خوشنودی کا ذکر ہے:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ.

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ (ان) ایمان والوں سے خوش ہو گئے جب کہ وہ تم سے (ایک) درخت کے نیچے (جہاد میں جم کر رہنے پر) بیعت کرنے لگے۔ (از تیسیر القرآن)

صلح کی بات چیت

دشمن قریش صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہادری کا بار بار تجربہ کر چکے تھے، جب ان کو اس بیعت کی خبر پہنچی تو کچھ ہوش آیا، وہ گھبرا گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور کچھ آدمی بات چیت کے لیے بھیجے۔

آپسی بات چیت کے بعد ایک عہد نامہ تیار ہوا، اس کی مدت دس سال رکھی گئی، اس کی ایک خاص شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں، آئندہ سال عمرہ کریں، اس معاہدہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے۔

غزوۂ خیبر

خیبر مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل تھا، یہودیوں کی تمام آبادی سمٹ کر خیبر میں جمع ہو گئی تھی، یہاں ان کے قلعے تھے، بڑی بڑی حویلیاں تھیں؛ مگر دل اور دماغ میں فساد کی آگ بھڑک رہی تھی؛ اس لیے نہ خود چین سے بیٹھے اور نہ کسی کو بیٹھنے دیا، یہاں بھی مسلمانوں کے خلاف بڑی بڑی کارروائیاں کیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جنھوں نے حدیبیہ کے موقع پر بیعت کی تھی تیاری کا حکم دیا اور خیبر پہنچ گئے، یہودیوں نے کچھ مقابلہ کیا، پھر قلعہ میں بند ہو گئے، ایک ایک کر کے یہودیوں کے تمام قلعے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں آ گئے، صرف ایک قلعہ ”قموص“ باقی رہ گیا جو سب سے زیادہ محفوظ قلعہ تھا، دو ہفتہ گھیرا اؤ رہا؛ مگر کامیابی نہیں ہوئی۔

آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کا نام لیتے ہوئے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور قلعے کی طرف روانہ ہوئے، قلعے میں عرب کا ایک مشہور پہلوان بھی تھا جس کا نام ”مَرْحَبْ“ تھا، جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا اور ان قلعوں میں یہودیوں کی جو فوج تھی ان کی تعداد بیس ہزار تھی۔

سب سے پہلے وہ مشہور پہلوان۔جس کا رعب سارے عرب میں تھا۔ سامنے آیا؛ مگر شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار میں اس کو ختم کر دیا، تھوڑی ہی دیر میں یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

اِس لڑائی میں ترانوے (۹۳) خیبر کے یہودی مارے گئے اور پندرہ (۱۵) صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”فَدَک“ وغیرہ کے یہود کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کے یہودیوں نے چند شرائط پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کر لی۔

خیبر میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آئیں جو ایک

یہودی سردار کی بیٹی تھیں۔

عمرۃ القضا

گذشتہ سال صلحِ حدیبیہ کے وقت طے ہو گیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے ساتھی اگلے سال آئیں گے اور مکہ میں تین روز کا قیام کریں گے اور عمرہ ادا کریں گے، اس شرط کے مطابق ذی قعدہ ۷ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عمرہ کا اعلان فرمادیا۔

اس خبر پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئی، قاعدہ کے مطابق لبیک کہتے ہوئے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور عمرہ کے تمام ارکان ادا کیے اور شرط کے مطابق مکہ میں تین روز ٹھہر کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے۔

سوالات

① خیبر مدینہ سے کتنا دور ہے؟
② خیبر کے یہود کے پاس کتنی فوج تھی؟
③ سب سے بڑے بہادر کا نام کیا تھا؟ اس کو کس نے قتل کیا؟
④ سب سے بڑے قلعے کا نام کیا تھا؟
⑤ اس قلعے کو کس نے فتح کیا؟

فتحِ مکہ (رمضان ۸ سنہ ھ)
اللہ کے گھر پر اللہ کے دین کا جھنڈا

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر جو شرطیں مسلمانوں اور قریش کے درمیان ہوئی تھیں اس کو مسلمانوں نے پورے طور پر نبھایا؛ لیکن مکہ کے کافروں نے حدیبیہ کے موقع پر جو عہد ہوا تھا اس کو دو برس بھی نہیں نبھایا۔

صلح کے باوجود مسلمانوں کے ایک دوست قبیلہ بنو خزاعہ کے بعض لوگوں کو خاص حرم شریف میں صرف دشمنی کی وجہ سے بڑی بے دردی سے قتل کر ڈالا، اس قبیلے کے چند آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آکر فریاد کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ واقعہ سن کر بہت صدمہ ہوا؛ مگر پہلے قریش کے پاس پیغام بھیجا اور تین شرطیں رکھیں کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کرلیں:

① خزاعہ کے جو لوگ مارے گئے ہیں ان کے خون کا بدلہ دیں۔

② بنو بکر کی طرف داری سے الگ ہوجائیں (یہ قبیلۂ بنو خزاعہ کے افراد کے اصل قاتل تھے)۔

③ اس کا اعلان کردیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قریش کے سرداروں نے یہ تیسری بات مان لی کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ والوں کی اس غداری سے مجبور ہوکر ۱۰/ رمضان

المبارک ۸ سنہ ھ ان مظلوموں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے تقریباً دس ہزار مسلمانوں کی فوج لے کر مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔

مکہ معظّمہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ قیام فرمایا، قریش کو جب اس کا پتہ چلا تو ابوسفیان کو حالت معلوم کرنے کے لیے روانہ کیا، ابوسفیان نے یہاں پہنچ کر مسلمانوں کی فوج کا جوش وخروش دیکھا تو ہوش اڑ گئے اور سمجھ گئے کہ اب قریش کی خیر نہیں ہے، اب بغیر امن حاصل کیے چارہ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اپنے لیے امان حاصل کی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو اسلامی فوج کا جوش وخروش دکھلانے کے خاطر پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے، ابوسفیان اسلامی فوج کا یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے، رعب سے آواز نہ نکلی کہنے لگے:

عباس! تمھارے بھتیجے کی بڑی شان ہے!

مکہ معظّمہ میں مسلمانوں کا شاندار داخلہ

مکہ والوں میں مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف راستوں سے فوج کو مکہ میں داخل ہونے کا حکم دیا اور خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ حرم شریف میں داخل ہوئے اور تمام مسلمانوں کو ہدایت فرمادی کہ: کوئی قتل نہ کرے اور غارت نہ کرے۔

عام معافی

رحمتِ عالم ﷺ نے اعلان کروادیا کہ: جو شخص ہتھیار ڈال دے، جو شخص حرم شریف میں داخل ہو جائے، جو شخص گھر کے دروازے بند کرلے، جو شخص ابوسفیان یا حکیم بن حزام کے گھر میں پناہ لے لے اس کو امان ہے، اس کو قتل نہ کیا جائے۔ آج مکہ والوں کی ساری طاقت ختم ہوگئی، آج سچ کی فتح ہوئی، باطل مٹ گیا۔

مکہ والے حضور ﷺ کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں کر چکے تھے اور مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کر چکے تھے،کون سا جرم تھا جو انھوں نے نہیں کیا تھا؟ کون سی تکلیف تھی جو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو نہیں پہنچائی تھی؟

آج مجرم کی طرح سامنے ہیں؛ مگر کس کے سامنے؟ اس کے دربار میں جو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا؛ چنانچہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مجھ سے کیا امید رکھتے ہو؟

انھوں نے عرض کیا: آپ شریف ہیں اور بڑے دل والے بھائی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں آج تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا کہ جاؤ! آج تم سب کی غلطی معاف ہے،تم پر نہ کوئی سزا ہوگی اور نہ کوئی ملامت اور شرمندگی،تم سب آزاد ہو، مکہ والے آپ

ﷺ کا یہ کریمانہ برتاؤ دیکھ کر حیران رہ گئے، اور ایسا اثر پڑا کہ بڑے بڑے لوگ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

اللہ کی شان! وہ خانۂ کعبہ جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اللہ کی یاد کے لیے بنایا تھا، نا اہلوں نے اسے بت خانہ بنا دیا تھا، آپ ﷺ نے حرم کو اس سے صاف کیا، خانۂ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں ایک لکڑی تھی، آپ ایک ایک بت کی طرف اس کی نوک سے اشارہ کرتے جاتے اور وہ بُت اوندھے منہ زمین پر گر کر ٹوٹتے اور آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے:

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ: حق (یعنی اسلام) آ گیا اور باطل (یعنی شرک) مٹ گیا، یقینی بات ہے کہ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ (از تیسیر القرآن)

کعبہ کی دیواروں پر جو تصویریں تھیں آپ ﷺ نے ان کو دھلوایا، پھر آپ ﷺ کعبہ میں تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے اوپر پہنچ کر اذان پڑھی۔

جیت کا خطبہ

آپ ﷺ نے حرم شریف میں ایک خطبہ دیا جو سیرت کی بڑی کتابوں میں موجود ہے؛ البتہ اس کے چند فقروں کا ترجمہ یہ ہے، پہلا فقرہ تھا:

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام جماعتوں کو تنہا ہرایا۔

اور فرمایا: جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ مکہ میں خون ریزی کرے، مکہ میں کسی ہرے بھرے درخت کا کاٹنا بھی جائز نہیں ہے، میں نے زمانۂ جاہلیت کی تمام رسموں کو پاؤں کے نیچے مسل دیا ہے؛ البتہ کعبہ کی دربانی اور زم زم پلانے کی خدمت بدستور باقی رہے گی۔

اس کے بعد فرمایا: اے قریش جاہلیت کا غرور، نسب کا گھمنڈ سب اللہ تعالیٰ نے مٹادیا، تمام آدمی آدم کی نسل ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے لوگو! میں نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرافت میں بڑھا ہوا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو۔ سود حرام ہے اور جتنا سود لینا باقی ہے وہ سب معاف ہے۔

اس خطبے سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑ پر جا کر بیٹھے اور لوگوں سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی بیعت لینے لگے اور سب کے لیے خود استغفار کرتے رہے۔

مکہ فتح ہونے کے بعد قریش آہستہ آہستہ خوشی خوشی ایمان لانے لگے؛ یہاں تک کہ کچھ ہی دنوں میں اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ ﷺ پندرہ روز مکہ میں رُکے، پھر ''حنین'' تشریف لے گئے اور حضرت عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنایا۔

غزوۂ حُنَین و طائف

طائف ایک پہاڑ ہے، یہاں پر قبیلۂ ثقیف آباد تھا، طائف اور مکہ کے بیچ ایک میدان کا نام ''حنین'' تھا، یہاں قبیلہ ''ہوازِن'' آباد تھا، ثقیف اور ہوازن عرب کے مشہور قبیلے تھے، تیر چلانے میں ان کو ایسی مہارت تھی کہ پورے عرب میں ان کا جواب نہیں تھا۔

مکہ معظّمہ فتح ہوا اور اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو ان کا غرور جوش مارنے لگا کہ ہمارے ہوتے ہوئے مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے؟ اس لیے انھوں نے مسلمانوں پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔

ہوازن کے قبیلہ کے سرداروں نے ایک بڑی فوج حنین کے میدان میں اتاری، آپ ﷺ معلوم ہوا تو شوال سنہ ۸ ھ میں بارہ ہزار مسلمانوں کی فوج کے ساتھ میدان میں پہنچ گئے، اس فوج میں نو مسلم بہت تھے جن کے دلوں میں ابھی ابھی ایمان کا نور داخل ہوا تھا۔

ہوازن کے لوگ چوں کہ پہلے پہنچ گئے تھے اس لیے انھوں نے میدان میں سب سے اچھی جگہ مورچہ بنا لیا تھا اور راستے میں تیر چلانے والوں کو بٹھا دیا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آئیں تو راستے ہی میں ان کو روک دیں۔

مسلمانوں کا لشکر بے فکری میں آگے بڑھ رہا تھا، ان کو خیال ہی نہ ہوا کہ دشمن گھات میں ہے؛ یہاں تک کہ ٹھیک اس جگہ پہنچ گئے جس کے آس پاس دشمن کے تیر چلانے والے تاک میں بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے تیروں کی بارش شروع کر دی، اچانک حملے سے ایک دفعہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے اور جوشیلے نوجوان جو آگے آگے تھے گھبرا کر پیچھے ہٹے، اُن کے ہٹنے سے اسلامی فوج تتّر بتّر ہوگئی، صرف ہمارے نبی ﷺ اور کچھ صحابی میدان میں رہ گئے، اس وقت لوگوں کو حضور ﷺ کی بہادری کا اندازہ ہوا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت اونچی تھی، انھوں نے جب یہ حالت دیکھی تو للکارا:

انصار! کہاں جاتے ہو؟

تم نے جان دینے کی بیعت کی ہے!

مہاجرین! کیوں سمٹ گئے؟

بیعتِ رضوان والوں کہاں ہو؟

یہ سننا تھا کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پلٹ پڑے اور میدان میں اس جوش سے بڑھے اور ایسا سخت حملہ کیا کہ ہوازن کے کافروں کے قدم اکھڑ گئے اور تھوڑی دیر میں میدان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں آگیا اور ہوازن والے بھاگ کر طائف میں جمع ہوگئے، جہاں پر قبیلۂ ثقیف رہتا تھا۔

طائف کا گھیراؤ

حنین سے ہار کر لوگ طائف میں جمع ہو گئے اور جنگ کی تیاری کر رہے تھے، ان کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور اس میں لڑائی کا سامان بھی بھرا پڑا تھا، مسلمانوں نے کئی بار قلعہ پر حملہ کیا؛ لیکن قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہوا، لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ: دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی کہ: اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے دیجیے۔ کچھ ہی وقت میں ثقیف والے خود بخود حاضر ہو کر اسلام میں داخل ہوئے۔

غنیمت کے مال کی تقسیم

یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کو بہت سارا مال اور جانور ملے، کامیابی کے بعد کئی روز تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انتظار کیا کہ ہوازن والے آکر بات کریں تو جو کچھ چھوڑ گئے ہیں وہ سب ان کو واپس کر دیا جائے؛ لیکن جب ان لوگوں کی طرف سے کوئی خبر نہ ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دس بارہ روز کے بعد مالِ غنیمت کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تقسیم کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غنیمت کے مال میں سے قریش کے نومسلموں کو بہت کچھ عطا فرمایا، اس طرح ان کے دلوں میں محبت اور خیر خواہی کے پودے لگا دیے گئے۔ انصار کو یہ خیال ہوا کہ یہ وطن کے لوگ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب یہ سنا تو فرمایا: اے انصار! کیا تم یہ نہیں چاہتے ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے

جائیں اور تم اللہ کے رسول کو لے جاؤ؟

انصار یہ سن کر خوشی خوشی چیخ اٹھے، کہنے لگے: ہم تو یہی چاہتے ہیں، بس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو مل گئے، اب ہم کو کچھ نہیں چاہیے۔

سوالات

① جنگِ حنین پیش آنے کا سبب کیا تھا؟

② جنگِ حنین کے شروع میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدم کیوں اکھڑ گئے؟

③ طائف کا قلعہ فتح ہونے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح دعا فرمائی؟

اسلام کا پہلا حج (ذی الحجہ ۹ سنہ ھ)

۹ سنہ ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین سو (۳۰۰) مسلمانوں کی جماعت مکہ معظّمہ حج کے لیے روانہ فرمائی، مکہ معظّمہ پہنچ کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اعلان کیا کہ: اب کوئی کافر بیت اللہ شریف میں قدم نہ رکھے اور کوئی شخص ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا اور آخری حج

مکہ فتح ہونے کے بعد اسلام دنیا میں پھیل رہا تھا، لوگ ہر طرف سے وفد کی صورت میں آتے تھے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں **اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ** نازل فرمائی جس سے پتہ چل گیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں چند ہی روز تشریف رکھیں گے؛ چوں کہ نبوت اور رسالت کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اور جس دین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لے کر آئے تھے وہ مکمل ہو چکا، اللہ کے سارے احکام پہنچا دیے گئے، ان پر عمل کرا دیا گیا؛ لیکن ایک فرض باقی رہ گیا؛ یعنی بیت اللہ کا حج، اس پر عمل کرانا باقی ہے؛ چنانچہ ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ میں حج کا اعلان فرما دیا۔

ذی قعدہ کی ۲۶/تاریخ سنیچر کے روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: دائیں، بائیں، آگے، پیچھے جہاں تک نظر پہنچتی تھی بس آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب لبیک کہتے تو ساتھ ساتھ تمام مسلمان بھی لبیک کہنے لگتے تو راستے کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھتی تھیں۔

یہ نورانی قافلہ جس کی تعداد تقریباً سوا لاکھ تھی، ذی الحجہ کی ۴/تاریخ اتوار کے دن مقدس سرزمین مکہ معظّمہ پہنچ گیا، مکہ معظّمہ پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طواف کیا، مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی، پھر صفا مروہ پر تشریف لے گئے اور اپنا عمرہ مکمل کیا۔

پھر آٹھویں ذی الحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ تشریف لے گئے، دوسرے دن نویں ذی الحجہ کو صبح فجر کی نماز پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عرفات تشریف لے گئے۔

عرفات کے میدان میں آپ ﷺ کا آخری خطبہ

نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں تقریباً سوا لاکھ صحابہ کے مجمع میں رسالت و نبوت کے تاج دار حضرت محمد ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سے ایک خطبہ دیا، جو سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، چند جملوں کا ترجمہ یہ ہے:

فرمایا: اے لوگو! میری بات کان لگا کر سنو، نہیں معلوم کہ آئندہ سال میں تم سے ملوں یا نہ مل سکوں، تم اس وقت میری بات غور سے سنو، دیکھو! تمھارا ایک معبود ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے) اور تم ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، سب مسلمان بھائی بھائی ہیں، کسی کو کسی پر بڑائی نہیں، ہاں! مگر جن کے اعمال نیک ہوں۔

اور سنو! عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، تم دونوں کا ایک دوسرے پر حق ہے۔ اور دیکھو! غلاموں پر ظلم نہ کرنا۔

یاد رکھو! تمھارا خون (یعنی کسی کو ناحق قتل کرنا) اور تمھارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے، میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو۔

سن لو! تم کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے جہاں تم سے تمھارے اعمال کے متعلق پوچھ ہوگی۔

دیکھو! میں تم میں دو باتیں چھوڑ کر جاتا ہوں جس کے ہوتے ہوئے تم کبھی گمراہ نہ ہوؤ گے، اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو: (۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب

(۲) اور میری سنت۔

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمھارے بعد کوئی امت نہیں، کیا تم سنتے نہیں؟ دیکھو! اگر تم پر ایک حبشی غلام بھی سردار ہو اور تم کو اللہ کی کتاب کے مطابق حکم دے تو اس کی اطاعت کرنا۔

لوگو! سنو، اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچوں وقت کی نماز اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور میرے حکموں پر عمل کرنا، یہ فرما کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! کیا میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پورا پورا پہنچا دیا؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بے شک! آپ نے پورا پورا پیغام پہنچا دیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ میرا پیغام دوسروں کو پہنچا دیں۔

اس موقع پر دین کے مکمل ہونے کی خوش خبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا .

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین (ہر طرح سے) مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت میں نے پوری کر دی اور میں نے تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا۔ (از تیسیر القرآن)

خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی، پھر حج کے تمام ارکان ادا فرما کر ۱۴/ذی الحجہ کو صبح کی نماز کعبہ میں پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

بیماری کی شروعات

مکہ معظّمہ سے واپسی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملکِ شام کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا، یہ لشکر مدینہ طیبہ سے کچھ ہی دور گیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۸/صفر منگل کی رات کو مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لے گئے، وہاں مُردوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

جب وہاں سے واپس ہوئے تو سر مبارک میں درد تھا، پھر بخار ہوگیا ، بخار اس قدر بڑھ گیا کہ بخار کی گرمی کی وجہ سے کمبل بھی گرم ہو رہا تھا، یہ دن ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماری میں بھی باری کا خوب خیال رکھتے تھے؛ لیکن جب طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو سب کی خوشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں تشریف لے آئے۔

جب تک طاقت رہی برابر نماز کے لیے مسجد تشریف لے جاتے رہے؛ لیکن جب کمزوری بڑھ گئی، نماز کے لیے جانا مشکل ہوگیا تو کچھ نمازیں گھر

میں ادا فرمائی اور مسجدِ نبوی میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے امامت کی۔

وفات اور آخری خطبہ

وفات کے چار روز پہلے طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر سہارا دے کر مسجد تشریف لائے، جماعت کھڑی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے پیچھے ہٹنا چاہا؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمایا۔

نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختصر خطبہ دیا، فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ چاہے وہ دنیا لے یا آخرت کا گھر پسند کر لے، سو اس بندے نے اللہ کے پاس جانا ہی قبول کیا، یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے؛ اس لیے کہ وہ سمجھ گئے کہ یہ بندے خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

پھر فرمایا! سنو: انصار مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، میں تم کو وصیت کرتا ہوں تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دیکھو! جو چیزیں میں نے حلال کی وہ اللہ ہی کے حکم سے حلال کی اور جو چیزیں حرام کی وہ اللہ ہی کے حکم سے حرام کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لے آئے۔

دنیا سے رخصتی کا دن

پیر کا دن تھا، ظاہر میں طبیعت کچھ ہلکی تھی، حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا،

صبح ہوگئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ ہٹا کر جماعت کا منظر دیکھا، مسلمانوں کو نماز میں دیکھ کر خوشی سے مسکرا دیئے، لوگ سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لانا چاہتے ہیں تو اس قدر خوشی ہوئی کہ بے قابو ہو گئے، قریب تھا کہ نمازیں توڑ دیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے ہٹنا بھی چاہا؛ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمایا اور فوراً چہرہ مبارک اندر کرلیا۔

پھر بیماری بڑھتی گئی، بار بار بے ہوشی طاری ہوجاتی تھی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تکلیف نہ دیکھی گئی، کہنے لگیں: میرے ابا جان! آپ کو کتنی تکلیف ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: آج کے بعد تمھارے ابا کو کبھی بے چینی نہیں ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے چینی میں زبان مبارک سے یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ: اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کی قبروں کو سجدہ کی جگہ بنالیا (مطلب یہ کہ تم ایسا نہ کرنا)۔ کبھی ارشاد فرماتے: دیکھو! نماز کبھی نہ چھوڑنا اور غلاموں سے نیک برتاؤ کرنا۔

دوپہر کے وقت تکلیف بڑھ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسواک فرمائی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک روح اپنے پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہوئی، اپنے حقیقی محبوب (اللہ تعالیٰ) کو یاد فرمایا اور اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی (اے اللہ! (مجھے) سب سے اعلیٰ ساتھی (یعنی اللہ تعالیٰ کی نزدیکی) پسند ہے) کہتے ہوئے اس دنیا سے تشریف ہو گئے۔

یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ دنیا کو پہلی مرتبہ دیکھنی پڑ رہی تھی، دنیا نے نہ کبھی ایسے رحمۃ للعالمین اور خاتم النبیین دیکھے تھے، نہ ان کی جدائی سے عالم کو اُداس ہونا پڑا تھا۔ مسجدِ نبوی میں کہرام مچا تھا، مدینہ طیبہ کی گلی کوچوں سے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، ہر شخص بے قابو تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمرہ میں تشریف لائے اور چہرۂ انور سے چادر اٹھا کر چہرہ مبارک کی زیارت کی، پھر مسجد میں آ کر لوگوں کو قرآنِ پاک کی چند آیات سنا کر صبر کی ہدایت کی جس سے لوگوں کو کچھ سکون ہوا۔

غسل اور کفن دفن

حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور تین سفید کپڑوں میں کفنایا گیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے الگ الگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمرہ میں جا کر نمازِ جنازہ ادا کی اور یہ سلسلہ منگل کی شام تک چلتا رہا، منگل کی رات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تھی دو عالم کے بادشاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پردہ میں کر دیا گیا، گویا نورانی جسم کو خزانہ میں امانت رکھ دیا گیا۔

سنہ ۱۱ ھ پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ، ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت عمر شریف کے تریسٹھ سال پورے ہو رہے تھے۔

سوالات

① سنہ ۹ ھ میں کتنے مسلمانوں نے کس کے ساتھ حج کیا؟
② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حج میں کس بات کا اعلان کیا؟
③ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زندگی میں کتنے حج فرمائیں؟
④ آخری حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کتنے صحابہ تھے؟
⑤ آخری حج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ سے کب روانہ ہوئے؟
⑥ مکہ کس تاریخ کو پہنچے؟ کس تاریخ کو مدینہ واپس ہوئے؟
⑦ بیماری کی ابتدا کس تاریخ سے ہوئی؟
⑧ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کس نے غسل دیا؟
⑨ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی؟
⑩ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہاں دفن کیا گیا؟
⑪ کس دن انتقال ہوا؟ اس دن کونسی تاریخ تھی؟
⑫ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آخری بیماری میں مسجدِ نبوی میں کس نے نماز پڑھائی؟

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

چوتھا باب

اخلاق و آداب

غیبت اور بہتان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: بتاؤ! غیبت کسے کہتے ہیں؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہی فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: غیبت یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کی کوئی ایسی بات بیان کرو جو اس کو پسند نہ ہو۔

ایک صحابی نے دریافت کیا: یارسول اللہ! اگر وہ بات اس میں موجود ہو، مثلاً اس کو جھوٹ بولنے کی عادت ہے اور پیٹھ پیچھے اس کو جھوٹا کہا جا رہا ہے تو یہ بھی غیبت ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہی تو غیبت ہے اور اگر اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم نے بیان کی تو یہ بہتان ہو گیا۔

یادرکھو! پیٹھ پیچھے کسی کی کوئی ایسی بات بیان کرنا کہ اگر وہ سن لے تو ناراض ہو، غیبت کہلاتا ہے، مثلاً کسی کی غیر حاضری میں اس کو چور کہا اور حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ غیبت جب کہلائے گی جب وہ واقعی چور ہو، اگر یہ بات اس میں نہیں ہے تو اس صورت میں دو گناہ ہو گئے، ایک غیبت کا اور ایک بہتان کا۔

یہ بھی یادرکھو! جس طرح پیٹھ پیچھے زبان سے کوئی ایسی بات کہنا جو اس کو برا لگے ''غیبت'' ہے ایسے ہی اس کی نقل اتارنا یا اشارہ سے کوئی بُرائی ظاہر

کرنا بھی غیبت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کچھ باتیں کر رہی تھیں، باتوں باتوں میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر آ گیا جو نیچے قد والی یعنی ٹھگنی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ٹھگنی تو نہیں کہا؛ البتہ اشارہ کر کے اس عیب کو ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً تنبیہ کی اور فرمایا:

تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر میں ڈال دیں تو سمندر بھی گندا ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں غیبت کی مثال ایسی دی ہے ''گویا تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہے ہو'' جس کا خیال بھی برا لگتا ہے، اسی طرح غیبت کے خیال سے بھی گھِن کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: آگ جو اثر سوکھی گھاس میں کرتی ہے اس سے زیادہ غیبت کرنے والے کی نیکیوں میں غیبت اثر کرتی ہے۔

عقلمندوں نے کہا ہے: ایسے شخص سے دوستی مت کرو جسے غیبت کی عادت ہو۔ ظاہر ہے جو دوسروں کی بُرائی ہمارے سامنے کر رہا ہے وہ ہماری بُرائی بھی دوسروں کے سامنے بیان کرے گا۔

مسئلہ: غیبت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ جس طرح مسلمان کی غیبت منع ہے ایسے ہی غیر مسلم کی غیبت کرنا بھی منع ہے۔

چغل خوری کی برائی

چغلی: جھوٹی سچی باتیں بنا کر ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کو چغلی کہتے ہیں اور ایسا کرنے والے کو چغل خور کہتے ہیں ۔چغل خور اِدھر کی باتیں اُدھر کرتا ہے؛ تاکہ دونوں میں فساد اور جھگڑا پیدا کر دے۔

یہ ایسی بری عادت ہے کہ اس سے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں، آپس کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں؛ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ نَمَّامٌ .

دوسری روایت میں ہے: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ.

ترجمہ: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا: دیکھو! میں ایسی چیز بتاتا ہوں جس کا درجہ نفل نماز، روزہ، صدقہ اور خیرات سے بھی بڑھا ہوا ہے، وہ کیا چیز ہے؟ وہ ہے ''اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَین'' یعنی آپس کی خرابیوں کو دور کرنا اور دلوں کا میل دور کر کے میل ملاپ کی کوشش کرنا۔

پھر ارشاد فرمایا: یاد رکھو! ''اِفْسَادُ ذَاتِ الْبَین'' یعنی آپس کے تعلقات میں بگاڑ پیدا کرنا؛ گویا اُسترہ ہے جو بالوں کو نہیں ایمان کو مونڈ ڈالتا ہے۔

پیارے بچو!

بڑوں کی عزت، ساتھیوں کا ادب، اپنوں اور پرایوں کے ساتھ اچھا

سلوک، اللہ کی مخلوق کی خدمت، ہر ایک کے کام آنا، ہر ایک کا بھلا چاہنا، اور ہر ایک سے بھلائی کرنا، اسلام اور ایمان کی شان ہے۔

بدگمانی کی برائی

اللہ پاک نے قرآنِ شریف میں ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ .(الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوا کرتے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

چوں کہ بدگمانی بہت سی بُرائیوں کی جڑ ہے؛ اس لیے اس سے سختی سے روکا گیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ آدمی جیسا خود ہوتا ہے ایسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے، اچھا آدمی دوسروں کو بھی اچھا سمجھتا ہے اور جس میں خود کھوٹ ہوتا ہے وہ دوسروں کو بھی کھوٹا سمجھتا ہے، جیسے ایک آدمی خود غرض ہے جس کے سامنے ہر وقت اور ہر موقع اپنی دنیوی غرض رہتی ہے اور ہر مواقع میں وہ اپنا نفع ہی تلاش کرتا ہے وہ قوم کے سچے خادموں کے بارے میں بھی یہ ہی خیال رکھتا ہے کہ ان کی ساری کوشش کسی لالچ یا غرض کی خاطر ہے۔

دیکھو! کتنا بڑا ظلم ہے کہ ایک آدمی اللہ کے لیے کام کرے اور اللہ کی مخلوق کی ہمدردی میں قربانیاں پیش کرے اور ہم یہ سمجھیں کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے

اپنی غرض کے لیے کر رہا ہے۔

مکہ کے کافر اسی وجہ سے ایک عرصہ تک ایمان سے محروم رہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تبلیغ کسی اپنی غرض کے لیے ہے، ہمارے لیے نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدگمانی سے بچنے کی تاکید فرمائی اور اچھا گمان رکھنے کی تعلیم دی؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو؛ اس لیے کہ بدگمانی بہت بُرا جھوٹ ہے۔

دیکھو! بدگمانی کو جھوٹ سے بھی برا بتایا ہے۔

ایک مثال:

ہم نے رمضان المبارک میں دن میں کسی مسلمان کو کسی ہوٹل سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا تو یہ گمان بھی کر سکتے ہیں کہ یہ شخص روزے دار نہیں ہے؛ بلکہ ہوٹل سے کھانا کھا کر نکلا ہے، پھر ہم کسی کو یہ بات بتائیں کہ فلاں شخص روزے نہیں رکھتا، میں نے اس کو رمضان میں ایک دن ہوٹل سے کھا کر نکلتے دیکھا، یہ بدگمانی ہے، اسی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت بُرا جھوٹ کہا ہے۔ یہاں ہم اچھا گمان کرتے کہ یہ شخص اپنے کسی کام سے آیا ہوگا یا شام کے لیے افطاری کے کھانے کا آرڈر (order) دینے آیا ہوگا تو یہ اچھا گمان ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: یہ عبادت ہے۔

ہدایت: اساتذہ دیگر مثالوں سے حسنِ ظن کی حقیقت سمجھائیں۔

جاسوسی کرنے کی برائی

بدگمانی کرنے والا خود بُرا ہے؛ اس لیے اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ دوسروں میں بھی بُرائی اور عیب دیکھنا چاہے گا اور جب کوئی عیب نظر نہیں آئے گا تو وہ عیب کی تلاش میں رہے گا۔

یاد رکھو! دوسروں کے عیب اور دوسروں کی بُرائی کی تلاش کرنے کا نام تجسس (جاسوسی کرنا) ہے، اللہ پاک نے اس سے منع فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: تم لوگوں کے عیب کی تلاش میں مت رہو؛ کیوں کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کمزوریوں کے پیچھے رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی کھوج میں رہیں گے اور جس کی کمزوریوں کی کھوج میں اللہ تعالیٰ ہے ظاہر ہے کہ وہ اس کو رسوا کردے گا؛ چاہے کتنی ہی چھپانے کی کوشش کرے۔

پیارے بچو! خوب یاد رکھو!

اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، اور گناہوں سے پاک صرف انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ خواہ کتنا ہی بڑا عالم ہو کوئی نہ کوئی کمزوری اس میں ہوتی ہے، پس یہ کھوٹے دل والا بدگمان آدمی اس کمزوری کو پکڑ لیتا ہے اور اسی کو اچھالنا شروع کردیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نیک لوگوں کو بھی بعض لوگ بُرا ماننے لگتے ہیں اور اُس عالم کی ہدایت پر چلنے

سے عوام کو جو فائدہ ہوسکتا تھا اس میں فرق آجاتا ہے۔

یاد رکھو! کسی عالم یا نیک آدمی کی غیبت بہت بُری چیز ہے، اس کے پاس علم ہے، اللہ پاک اس کو توبہ کی توفیق دے دیں گے اور اس کا گناہ معاف ہوجائے گا؛ لیکن اس کی غیبت کرنے والے اور اس کے عیب کو اُچھالنے والے ذلیل ہوں گے۔

یاد رکھو! بُرا آدمی ہمیشہ لوگوں کی بُرائیاں ہی تلاش کرے گا، وہ کسی کی اچھائی کی قدر نہیں کرسکتا، خنزیر ہمیشہ پاخانہ اور گندگی کی تلاش میں رہتا ہے، وہ باغوں میں پھولوں اور اس کی خوشبو کو تلاش نہیں کرتا۔

بھلے آدمیوں کی بھلائیوں اور خوبیوں کی قدر کرو، غلطیوں کو جانے دو، اس سے مسلمانوں میں جوڑ ہوگا۔

رشتے داروں سے اچھا برتاؤ کرنا

رشتے داروں سے رشتہ جوڑے رکھنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا صلہ رحمی ہے اور رشتہ داروں سے رشتہ توڑے؛ یعنی ان کے ساتھ بُرا سلوک کرے اس کو قطع رحمی کہتے ہیں۔

اسلام میں رشتے داروں سے رشتہ جوڑے رکھنے کی بہت تاکید کی گئی ہے؛ کیوں کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، دولت زیادہ ہوتی ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

رحم کو میں نے اپنے نام رحمٰن سے بنایا ہے سو جو شخص رحم کو یعنی رشتے کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو رشتے کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔

رشتے داروں سے تعلق توڑنے سے منع کیا گیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ.

رشتے داروں سے تعلق توڑنے والا جنت میں نہ جا سکے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہو جو رشتے داروں سے بُرا سلوک کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل نہیں ہوگی۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اس شخص کو اچھا سلوک کرنے والا نہیں کہا جائے گا جو بدلہ لے؛ بلکہ اچھا سلوک کرنے والا وہ ہے جو توڑنے والے سے جوڑے اور بُرے سلوک کے بدلے میں اچھا سلوک کرے۔

اگر رشتے دار ایمان والے نہ ہوں تب بھی مسلمان کا کام یہی ہے کہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بہت ہی عمدہ کپڑے کا جوڑا دیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دیا جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

اچھا سلوک کیسے کریں؟

① رشتے داروں کی خوشی اور غمی میں ساتھ رہو، کام کاج میں مدد کرو۔

② مال سے مدد کرو، اگر وہ قرض مانگیں تو حیلہ بہانہ ہرگز نہ کرو، جہاں تک ممکن ہو قرض دے کر ان کی مدد کرو۔

③ اچھا سلوک کر کے احسان نہ جتاؤ۔

④ رشتے داروں کی عزت اپنی عزت اور ان کی ذلت اپنی ذلت سمجھو۔

⑤ بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر مہربانی اور برابر والوں سے دوستی اور محبت کا برتاؤ رکھو۔

اچھا سلوک کرنے کی برکتیں

رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنے کی برکتیں یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

② یہ شخص جنت کا حق دار ہوتا ہے۔

③ آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

④ عمر اور رزق میں برکت ہوتی ہے۔

⑤ مصیبتیں اور آفتیں دور ہوتی ہیں۔

⑥ لوگوں میں عزت بڑھتی ہے۔

اور رشتے داروں سے برا سلوک کرنے کا وبال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

ناراض ہوتے ہیں، ایسا شخص جنت سے محروم ہوتا ہے، اس کی کمائی اور عمر میں برکت نہیں ہوتی اور وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

ملاقات کے آداب

کسی کے گھر ملاقات کے لیے جانے کے آداب

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے یہاں ملاقات کے لیے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دروازہ کے باہر ایک کنارہ پر کھڑے ہوکر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ .

ترجمہ: تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اندر سے بالکل آہستہ سے فرمایا:

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ .

ترجمہ: اور تم پر بھی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے تھے، قیس ان کا نام تھا، انھوں نے اپنے والد سے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں، بُلا لیجیے!

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چپ رہو، کچھ اور سلام فرمانے دو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سلام بہت بڑی دولت ہے، یہ دولت جتنی بھی زیادہ ہو برکت ہی برکت ہے۔

حضور ﷺ نے دوبارہ وہیں کھڑے ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔

حضور ﷺ نے تیسری مرتبہ اُسی جگہ کھڑے ہو کر فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ.

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی آہستہ سے جواب دیا۔

جب تین دفعہ سلام کر لیا اور اندر سے جواب نہیں ملا تو آپ ﷺ واپس ہونے لگے۔

تب حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوڑے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ پر جان قربان میں آپ ﷺ کے سلام سنتا رہا؛ مگر دل چاہتا تھا کہ آں حضرت ﷺ کی زبانِ مبارک سے یہ دعا ہمارے لیے بار بار ہو، حضور اِس سے بڑھ کر خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت والا بار بار فرمائیں کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت ہو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: حضور! انسان کا شوق کچھ گستاخ ہوا کرتا ہے، یہ گستاخی اسی شوق میں ہوئی ہے، گستاخی معاف فرمایئے اور غریب خانے کو رونق بخشیے۔

آپ ﷺ اندر تشریف لائے، گرمی کا موسم تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اجازت ہو تو پانی رکھ دوں، حضرت غسل فرما لیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل فرمایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک زعفرانی رنگ کی چادر پیش کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پہن لی۔

غسل کھانے سے باہر تشریف لائے اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس گھر پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کھانا پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانا کھایا، تھوڑی دیر بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہونے لگے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی گھوڑی سواری کے لیے پیش کی اور گھوڑی کی پیٹھ پر ایک لال چادر ڈال دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے قیس سے فرمایا کہ: ساتھ جاؤ۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ سواری کے ساتھ ساتھ چلے، چند قدم چلے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی سوار ہو جاؤ۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے معذرت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا سوار نہیں ہوتے ہو تو واپس ہو جاؤ، قیس رضی اللہ عنہ نے سلام عرض کیا اور واپس ہو گئے۔

دیکھو! اِس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں، انھیں سمجھو اور یاد رکھو اور اُن پر عمل کرو۔

حدیثِ پاک میں مہمان کے لیے ہدایات

① معلوم ہوا کہ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ"

دعا ہے، جب بھی ایک مسلمان کی دوسرے سے ملاقات ہو یا کسی کے گھر جانا ہو تو اسلامی طریقہ یہ ہے کہ یہ دعا دو۔

② دعا عبادت ہوتی ہے تو سلام کرنا اور اس کا جواب دینا عبادت ہے۔

③ سلام کا جواب دینا واجب ہے۔

④ اجازت حاصل کرنے کا طریقہ اسلام نے یہ بتایا ہے کہ دروازے پر کھڑے ہو کر کہو: ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں؟

⑤ اگر تین دفعہ اجازت لینے کے بعد بھی اندر سے اجازت نہ ملے تو واپس ہو جاؤ اور بُرا ہرگز نہ مانو۔

⑥ اجازت لیتے وقت آڑ میں کھڑے ہو، ایسی جگہ نہ کھڑے ہو کہ اندر سے سامنا ہو، اندر جھانکنا بہت بُری بات ہے، حدیث شریف میں اس سے سختی سے روکا ہے۔

⑦ جس کے یہاں تم گئے ہو اگر اُس سے محبت اور شوق کے جذبہ سے کوئی بات تمھاری شان کے خلاف ہو جائے تو اُس کو بُرا نہ مانو؛ بلکہ ان کے جذبہ کی قدر کرو۔

چند باتیں اور ہیں جن کی تعلیم ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی ہے:

⑧ اگر اندر سے پوچھا جائے ''کون'' تو یہ مت کہو ''میں'' وہ کیا جانے ''میں'' کون ہے؟ بلکہ اپنا نام بتاؤ۔

⑨ چاہے کیسا ہی دوست ہو روزانہ اس کے پاس مت جاؤ؛ بلکہ کچھ دن چھوڑ کر جاؤ، اس سے محبت بڑھے گی۔

ملاقات کے آداب میں چند باتیں علما نے اور بتائی ہیں:

⑩ کسی کے یہاں ایسے وقت جاؤ جو ملنے کا وقت ہو سونے یا آرام کرنے یا کھانے یا ناشتہ کے وقت مت جاؤ۔

⑪ رات کے وقت کسی کے یہاں پہنچنے سے احتیاط کرو۔

⑫ دوست احباب اور اس کے بال بچوں کے لیے اپنے حیثیت کا تحفہ لے جاؤ۔

⑬ جب واپس ہونا چاہو تو اجازت مانگو، پھر سلام کر کے نکل جاؤ۔

حدیث پاک میں میزبان کے لیے ہدایات

① جب کوئی آدمی تمھارے گھر آئے تو اس کی عزت کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مؤمن کی شان یہ ہے کہ مہمان کی عزت کرے۔

② جب مہمان جانے لگے تو پہنچانے کے لیے تھوڑی دور تک ساتھ جاؤ۔

③ جب ساتھ جاؤ تو خود مت لوٹو؛ بلکہ مہمان کو چاہیے کہ وہ رخصت کرے کہ "اب آپ آرام فرمائیے۔

④ اگر تمھارے پاس سواری ہو تو مہمان کی واپسی کے لیے سواری

پیش کرو۔

⑤ جب کوئی تمھارے یہاں آئے تو تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

⑥ اُس کے آنے پر خوشی کا اظہار کرو۔

⑦ کچھ عرصہ کے بعد ملاقات ہوئی ہے تو معانقہ بھی کرو؛ ورنہ مصافحہ کرلو۔

عیادت اور بیمار کی خبر لینے جانا

جان پہچان ، یا پڑوسی یا کوئی عزیز رشتہ دار یا دوست و احباب یا ہمارے استاذ میں سے کوئی بیمار پڑ جائے تو ان کی خبر لینے کے لیے جانا ، اس کے ساتھ ہمدردی کرنا ، اُس کی مدد کرنا ، اس کے لیے دعا کرنا سنت ہے اور یہ اسلامی طریقہ کا اہم حصہ ہے۔

جو شخص کسی بیمار کی خبر لینے کے لیے جاتا ہے تو فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر صبح کو جاتا ہے تو شام تک ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور شام کو جاتا ہے تو صبح تک اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ (ابو داؤد شریف)

ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ تم خوش رہو، تمھارا چلنا مبارک ہو اور تمھیں جنت میں منزل نصیب ہو۔ (ترمذی شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی اچھی طرح وضو کر کے ثواب کی نیت

سے بیمار کی خبر لینے کے لیے جائے تو وہ دوزخ سے سات سو سال دور ہو جاتا ہے۔

بیمار پُرسی کے آداب

(۱) وضو کر کے جانا مستحب ہے؛ اس لیے وضو کر کے جائیں۔

(۲) بیمار کے سامنے ایسی باتیں کریں کہ اس کو اطمینان ہو اور بیماری کی گھبراہٹ اس کے دماغ سے کم ہو، مثلاً یہ کہیں کہ: کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے، ان شاء اللہ! جلد تندرست ہو جاؤ گے۔ یا کہیں کہ: بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں وغیرہ۔

(۳) اِس بات کا خیال رکھیں کہ بیمار کے پاس زیادہ شور نہ ہو اور ہم بھی زیادہ زور سے نہ بولیں۔

(۴) بیمار کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیں؛ بلکہ بیمار کا کوئی کام نہ ہو تو جلد اُٹھنے کی کوشش کریں۔

(۵) مزاج پُرسی کے وقت بیمار کی پیشانی پر یا سینہ پر یا اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر دعا دو اور پوچھو کہ: طبیعت کیسی ہے؟۔ اس سے زیادہ ہم دردی معلوم ہوتی ہے۔ یہ حضرت نبیٔ کریم ﷺ کی سنت ہے اور اس سے مزاج پرسی کامل ہوتی ہے۔

(۶) بیمار سے کہو کہ: وہ تمھارے لیے دعا کرے، بیمار کی دعا قبول ہوتی

ہے اور تم بھی اس کے لیے دعا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص بیمار کی عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعا دل سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ بیمار کو اچھا کر دیں گے:

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ

رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

اَنْ يَشْفِيَكَ

ترجمہ: دعا کرتا ہوں اللہ سے جو عظمت والے ہیں، عرشِ عظیم کے مالک ہیں، یہ کہ وہ آپ کو شفا دیں۔